ماہنامہ

ترجمان القرآن

اپریل ۹۱

جاری کردہ:

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اچھرہ، لاہور (پاکستان)

روحِ افکارِ مودودیؒ

جسے میجر (ریٹائرڈ) غلام محی الدّین اعوان نے

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی "تفہیم القرآن" میں سے انھیں کے الفاظ میں مرتّب کیا ہے۔

	صفحات	قیمت
دنیا کی حقیقت، قرآن کی روشنی میں	۱۹۰	۲۷/- روپے
آخرت کی حقیقت، قرآن کی روشنی میں	۳۸۰	۵۱/- 〃
انسان کی حقیقت، قرآن کی روشنی میں	۴۹۰	۶۶/- 〃
شیطان کی حقیقت، قرآن کی روشنی میں	۹۸	۱۵/- 〃
تقدیر و مشیّت کی حقیقت، قرآن کی روشنی میں	۵۰	۷/۵۰ 〃
توبہ و استغفار کی حقیقت، قرآن کی روشنی میں	۹۰	۱۲/- 〃
اہلِ جنّت کے لیے انعامات و اکرامات کی حقیقت، قرآن کی روشنی میں	۱۱۴	۱۶/۵۰ 〃

زیرِ طبع :

- انڈیکس تفہیم القرآن

زیرِ ترتیب :

- توحید و شرک کی حقیقت، قرآن کی روشنی میں
- اہلِ دوزخ کے مصائب و تعذیبات، قرآن کی روشنی میں

- سائز : ۱۸ × ۲۳ / ۸
- کاغذ : فلائنگ
- طباعت : عکسی
- ٹائیٹل : دیدہ زیب

ادارہ

ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اردو بازار، لاہور

ماہنامہ **ترجمان القرآن** لاہور

رجسٹرڈ نمبر ایل : ۵۳۴۰

جلد ۱۱۵ اپریل ۱۹۹۱ء - رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ عدد ۴

فہرست مضامین

رابطہ و ترسیلِ زر کے لیے : ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ - رحمٰن مارکیٹ ، اردو بازار ، لاہور

فون نمبر : ۶۸۶۳۶ - ۳۲۴۴۶۸ پوسٹ بکس نمبر : ۱۴۴۳

فی پرچہ : ۶ روپے زرِ سالانہ : ۶۰ روپے

سید حسین فاروق مودودی نے ایچ فاروق ایسوسی ایٹس لمیٹڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ترجمان القرآن اچھرہ لاہور سے شائع کیا

ماہنامہ ترجمان القرآن

جاری کردہ:

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اچھرہ، لاہور (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

قارئین اس وقت ریاضِ رمضان سے گزر رہے ہوں گے اور رنگ و نور و نکہتِ فیوض و برکات سے بہرہ مند ہو رہے ہوں گے۔ مبارک گھڑیاں ہیں، رحمتوں کے دن اور نور پاش راتیں، قرآن سے تعلق استوار کرنے والی تراویح اور عرش سے رشتہ جوڑنے والی سحریوں کے وتر۔ اذانیں اور دعائیں، قرآن خوانیاں اور قرآن فہمیاں! افطاریوں کی کھجوریں اور پکوڑے، جلوتوں میں نفس کی لگام تھامنے والے ایمانی صبر کی مسکراہٹیں اور خلوت میں گناہوں کی مغفرت کے لیے بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ دعائیں! کیا بہار ہے۔

اس زمانے میں گویا مومن عروسِ دنیا سے روٹھ جاتا ہے، نہ کھانے کا شوق، نہ پینے کی طلب، نہ آرام کی تمنا، نہ دلآرام کی طلب، نہ نیند کا وہ متوالا، نہ لغویات کا دیوانہ، گناہ کے تصور سے لرزاں، نہ شرک کی ہلکی سی چھینٹ دل پہ پڑنے کا روادار، نہ رزق اور عمل میں حرام کی آمیزش کو برداشت کرنے والا۔

نہ دولت کی دوڑ لگانے والوں پر اسے رشک، نہ اسراف کی گلباریوں اور آتش بازیوں سے اُسے دلچسپی، نہ شہرت کی بھوک، نہ گلیمر کا خبط، نہ تصویریں چھپوانے اور جمع کرنے کا جنون، نہ موسیقی کی لہروں پر بہنے کا سودا، نہ اسمگلنگ کا چکر، نہ ہیروئن کا دھندا، نہ رشوت و خیانت کی گندگی اُسے گوارا، نہ کسی پر ظلم کرنے اور کسی کا حق مارنے کی ذلیل روش، نہ عہدہ و جاہ کی تونس، — بس یوں سمجھیے کہ سچا روزہ دار صحیح معنوں

بیں اللہ والا ہوتا ہے، خدائی فوج —— حزب اللہ کا سپاہی —— جس کے ذمے یہ معرکہ ہے کہ وہ دعوت کی قوت سے، یعنی صحیح مقصدِ حیات کے لیے بہترین اسلوب، اعلیٰ استدلال روشن کردار اور خلقِ خدا سے سچی محبت و خدمت کے ذرائع سے دلوں کی سلطنتوں کو فتح کرے —— اپنے لیے نہیں، کسی مفاد کے لیے نہیں، صرف اللہ کے لیے —— ان مفتوحہ سلطنتوں میں خدا کا قرآنی پرچم لہرا دے اور نبیؐ کی قندیلِ اسوہ روشن کر دے۔ ایسا دل، پہاڑوں سے بڑا، آسمانوں سے بلند اور قشونِ قاہرہ سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ رمضان تو خاص طور پر یہ مقصد رکھتا ہے کہ ہر انسان کا دل قلب سلیم بن جائے۔ روزہ دار کو اپنے دل کو بھی قلب سلیم بنانا ہے اور رشتہ داروں اور محلہ داروں، دوستوں اور ملکی اور ملی بھائیوں اور مسلم و غیر مسلم کی تمیز کے بغیر دنیا بھر کے انسانوں کے قلوب کو قلب سلیم میں بدلنا ہے۔ اصل کام اقامتِ دین کا یہی ہے۔ یہ الگ بات کہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہو تو کچھ فلاح اوپر کی سطح سے بھی نازل ہوتی ہے جو "ظاہر" کو درست کرتی ہے۔ اور دعوت کا کام زیادہ تر باطن کو درست کرنا ہوتا ہے۔ تو مبارک ہو جس نے رمضان کو پایا اور اس کا حق تمام پہلوؤں سے ادا کیا اور قیامت کے دن کی کامرانیاں سمیٹیں۔

رمضان سے صحیح استفادہ وہی فرد اور وہی قوم کر سکتی ہے جو پہلے سے دلی طور پر اس کا استقبال کرے اور خوشی منائے کہ سعادت کا یہ دور اسے نصیب ہو رہا ہے۔ اس کے لیے تیاری کرے اور پہلے سے دل و دماغ کی فضا کو سنوارے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان ہی سے کمر کس لیتے تھے اور اپنے ذہن و جسم پر رمضان کی فضا طاری کر لیتے تھے۔ بلکہ صحابہ کرام میں بھی ایسی ہی روح دوڑا دیتے تھے۔ پوری بستی میں ایسے پُرمسرت خیر مقدمی جذبات کے پھول کھل اُٹھتے جیسے کوئی عظیم کاروانِ خیر و فلاح وارد ہونے والا ہے۔ ایسی ہی کیفیت اس شعر سے ظاہر ہے کہ ؎

بہ ہر قیمت کہ می گیرند اخلاص و وفا خوب است

پس از مدت گذار افتاد بر ما کاروانے را

گویا نقشہ کسی ویران صحرائی ماحول کا ہے، جہاں آس پاس کچھ جھونپڑے ہیں۔ کسی جھونپڑے والے کچھ متاعِ اخلاص و وفا رکھتے ہیں۔ جس کا کوئی خریدار عام طور پر اُجاڑ بیابان میں نہیں ملتا۔ گھر کا بزرگ بچوں سے کہتا ہے کہ وہ دُور کسی قافلے والوں کے آثار ہیں اور گرد اُڑ رہی ہے۔ اس کے راستے پر لے چلو اپنی متاعِ اخلاص و وفا کو' بہت عرصے بعد یہ کاروان گذر رہا ہے۔ یہ لوگ جس قیمت پر بھی سودا لیں، ضرور وہ بہت اچھا ہوگا۔ ورنہ اور کوئی گاہک کہاں۔

تو کاروانِ رمضان کی آمد پر بھی جنسِ اخلاص و وفا لے کے سرِ راہ آجاؤ، اور یہ قافلہ جس قیمت پر بھی اس جنس کو لیتا ہو، لے۔ اور ظاہر ہے کہ اس پُرشکوہ قافلے کی ریت یہی ہے کہ متاعِ کامل عیار کے لیے گراں بہا قیمت ادا کرتا ہے ــــ بہ شکلِ مغفرت و جنت!

لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ اوّل تو ہم بہ حیثیت ملت رمضان کا استقبال اس حال میں کر رہے ہیں کہ مسلم ممالک کی سرزمینوں پر بارود یا رہی، خوں ریزی اور تباہ کاری ہوتی رہی ہے۔ اور اس خلیجی قضیئے نے ہماری صفوں کو پھاڑ دیا ہے۔ ہمارے پیراہنِ اخوت کو تلخ اختلافات نے چاک چاک کر دیا ہے۔ نیز ہمارے ہاں مقام ماتم ہے کہ امریکی سامراج از سرِ نو گھس آیا ہے اور لاؤ لشکر کے ساتھ اس نے ایسی مرکزی جگہ پر ملبے ڈال دیئے ہیں جہاں سے وہ اکثر بڑے بڑے اسلامی ممالک کی نگرانی کر سکتا ہے، اُن کو فوجی قوت بڑھانے سے روک سکتا ہے، انہیں اسرائیل کو تسلیم کرنے اور اس سے دوستانہ تعلقات رکھنے پر مجبور کر سکتا ہے، اپنی رنگین ثقافتی گندگی کو مردوں، عورتوں اور بچوں کے ذہنوں میں انڈیل سکتا ہے اور حقیقی اسلام جو اقتدار کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر انتظامِ دنیا کو فلاحِ انسانی کے لیے چلانا چاہتا ہے، اس کی تحریک کو امریکہ فنڈامنٹلزم کی گالی کا ہدف بنا کر روکنا چاہتا

ہے، وہ محبانِ دین کی پارلیمانی جمہوری مساعی کو ایک تو اُن میں تفرقہ پیدا کر کے غیر مؤثر بنانا چاہتا ہے، دوسرے مخالفِ دین اُمور کو ایوانوں سے پاس کروا کے اور انتظامیہ سے نافذ کروا کے دین کو مجروح کرنا چاہتا ہے ـــ اور اس ساری مہم میں خود ہم مسلمانوں ہی کو استعمال کرنا چاہتا ہے ۔ پھر وہ واحد سُپر پاور قرار پانے کے بعد کوسِ لِمَنِ الملک بجاتے ہوئے نیو ورلڈ آرڈر کا فرمان جاری کر رہا ہے، جس کا خلاصہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو کمزور کیا جائے اور اسلام کی پیش قدمی کو روکا جائے ۔ اس کے مریدانِ باصفا ترقی اور ماڈرن ازم کے علمبردار بن کر بڑی فدویت سے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں ۔

اسی کے ساتھ کشمیر سے جو دردناک خبریں طلب گارانِ آزادی کی مظلومیت کی آرہی ہیں، ان کا جو دَور، رمضان سے پہلے تک ہمارے سامنے آیا ہے وہ اتنا دردناک ہے کہ بھارتی فوجیوں کی درندگی اور انسانیت کُش رویے کو مُبرہن کر دیتا ہے ۔ ہزاروں نوجوان گولیوں سے اُڑائے جاچکے ہیں، ۳۰ ہزار افراد عقوبت خانوں کے وحشیانہ تشدد کی زد میں آکر بعض اعضا اور قوتوں سے محروم، صحت و توانائی سے خالی بلکہ ازدواجی زندگی بسر کرنے کے ناقابل ہو چکے ہیں ۔ ادھر ان کے گھروں کو تلاشی کے بہانے نہ صرف لُوٹا جاتا ہے اور خواتین کے ناموس کو بہائمی طریقوں سے اُجاڑا جاتا ہے، بلکہ مکانوں اور بستیوں کو آگ لگا دی جاتی ہے ۔

اور کویت کی مظلومی کے نام پر عراق پر چڑھ دوڑنے والے استادِ تہذیب امریکہ کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ ۱۹۸۸ء سے آگ اور خون کے طوفان میں غرق ہونے والی قوم کے علاقے میں ریڈ کراس، انجمن ہلالِ احمر، سینٹروں اور صحافیوں کے وفود، اقوامِ متحدہ کے مشن بھجوا کر معلوم تو کرے کہ جھیلوں، چشموں اور پھولوں کی وادی میں کیا ہو رہا ہے ۔ اُلٹا اس طاغوتی خداوند کو بھارت کی فکر ہے کہ اس کا تیار کردہ

یہ ایجنٹ علاقے میں ذیلی شیر یا ورکا پارٹ ادا کرتے ہیں کوتاہ نہ ہو جائے، لہٰذا کشمیر کے متعلق وہی پُرانا راگ الاپا جا رہا ہے کہ بھارت اور پاکستان مسئلے کو بات چیت سے حل کریں۔ یا پاکستان کو یہ انتباہ دیا جاتا ہے کہ خبردار! جو کشمیریوں کی کوئی مدد کی۔

اور پاکستان میں یہ حال ہے کہ شروع میں کشمیر کشمیر کی پُکار کا ایک طوفان مچا ہوا تھا۔ مگر اب سناٹا ہے۔ نہ کوئی ریزولیوشن، نہ جلسہ، نہ مظاہرہ، نہ اخبار والوں کا ایک دن مشترکہ اداریہ، نہ اہلِ قلم سے دستخط لینے کی مہم۔

اب ذرا اپنے گھر کے احوال بھی ملاحظہ کریں۔

ہوٹل پرل کانٹی نینٹل لاہور میں دلہنوں کے مقابلے کی ایک تقریب منعقد ہوئی اس تقریب کی دو تصویریں "جنگ" مورخہ یکم رمضان میں شائع ہوئی ہیں۔ دلہنوں کے مقابلے سے اصل مراد دلہنوں کے لباسوں کی نمائش ہے۔ معلوم نہیں، دلہنیں حقیقی ہیں یا اداکارائیں۔ بہر حال جس قوم کے یہ لچھن ہوں آغازِ رمضان پر، وہ کیا تیر مارے گی۔ تعمیر معاش کا معاملہ، دفاعی پوزیشن کی نزاکت، مسلم ممالک سے متعلق خارجہ معاملات اور عالمی سیاست کے چکر، اتنے چیلنج ہیں اور یہاں دلہنوں کے لباسوں کی تقریب سے شہوانی جذبات کی تسکین، بلکہ انہیں بھڑکانے کا انتظام ہو رہا ہے۔ یہ اُس وقت ہو رہا ہے جب کشمیر کی مائیں بہنیں اور بیٹیاں خونخوار اور متعصب انسانیت کُش ہندو فوجیوں کی اندھی ہوس کے ٹینکوں کے نیچے پامال ہو رہی ہیں۔

ع شرم اُن کو مگر نہیں آتی۔

دوسرا اذیت ناک واقعہ شیما کرمانی کے ناچ کا ہے۔ رپورٹ یوں شروع ہوئی ہے کہ لاہور میں ۲۲ برس بعد پہلی دفعہ کلاسیکی رقص کا ثواب کمایا گیا۔ فیروزپور روڈ پر واقع ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے آڈیٹوریم میں سوا دو گھنٹے تک ثقافتی تجلیوں

کی لوٹ مچی رہی۔

کہانی یہ ہے کہ سندھ کی قدیم وادی میں (جہاں تیل بھی ہے، ڈاکو بھی اور ثقافت بھی) ایک ممتاز خاتون رہا کرتی تھی، جس کا نام بھیرویں تھا۔ وہ موسیقار بھی تھی، رقاصہ بھی۔ اس کا مجسمہ بھی تیار کیا گیا۔ وہ مجسمہ آثار قدیمہ کو کھدائی میں ملا۔ اس کا نام موہنجو داڑو کی رقاصہ رکھا گیا۔ اس کی قیمت لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے ہوسکتی تھی۔ مگر شہر دلی میں نوادرات کی ایک نمائش کے موقع پر یہ مورتی بھیجی گئی۔ بھارت کے محکمہ آثار قدیمہ نے پاکستان سے یہ مورتی مانگ لی۔ مانگنے کا انداز اتنا خوب صورت تھا کہ دیتے ہی بنی۔

اس تمہید کے ساتھ بڑی لمبی روداد مزے لے لے کر لکھی گئی ہے۔ مثلاً حیات احمد خاں کی تعارفی تقریر میں یہ نکتہ سامنے آیا ہے کہ مغرب میں سارے رقص عمودی ہوتے ہیں، ہمارے رقص افقی ہیں۔ ہمارے رقص موہنجو داڑو کی رقاصہ سے لیے گئے ہیں۔ رقاصہ کے شوہر خالد احمد ہیں، جنہوں نے لندن کے ڈراما انسٹی ٹیوٹ سے خصوصی ڈپلومے حاصل کیے۔ وہ بہت اچھی بانسری بجاتے ہیں۔

رقص دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک نرت، جس میں حرکات سے کہانی بنتی ہے، دوسرے نرتی جس میں حرکات سے کہانی نہیں بنتی۔ دونوں قسم کے رقصوں کا مظاہرہ بھی ہوا۔

مغنیہ رقاصہ نے بعض شعرا کا کلام گا کر اس میں اپنے رقص کی جنبشوں کو گوندھ دیا۔ امیر خسرو کے کلام کے علاوہ، فیض احمد فیض کی نظم دشت تنہائی، انگریزی نظم رادھا کا گیت، اور فہمیدہ ریاض کی نظم "۲۳ مارچ" پر رقص مرتب کیے گئے۔ امیر خسرو تو پرانے دور کے ہیں۔ جدید دور میں سے فیض کے ساتھ فہمیدہ کا انتخاب خوب ہے، بس فراز صاحب رہ گئے۔ آخر میں موکشا، یعنی آزادی کا رقص پیش کیا گیا۔ اقسامِ رقص کے بہت سے نام درج نہیں کیے جا رہے۔ رقص ختم ہوا تو حاضرین نے کھڑے ہوکر تالیاں بجائیں۔ غنیمت ہے کہ سجدے میں نہیں گر گئے۔

اس کے ساتھ آپ اخباروں میں آنے والی تصاویر کو دیکھیے، مقابلے کی دوڑ پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی ہے — ہر روز لڑکیوں اور عورتوں کی تصاویر سجاوٹوں کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔ مسلم لیگی حکومت بھی اتنی "کلچر زدہ" ہے (ہمیشہ یہی حال رہا) کہ وہ ایک فیصلے کے ذریعے اخبارات کو اس سے روک سکتی ہے کہ اس قسم کی تصاویر کے اکساہٹوں والے صفحے وہ یک قلم ختم کر دیں۔ اس سے اخبارات کی قیمت بھی کم ہو جائے گی۔

اُدھر اسکولوں اور زنانہ کالجوں میں لڑکیوں کے ڈرامے اور لباسوں کے مقابلے اور ٹیبلو وغیرہ کا طوفان اٹھا ہوا ہے۔ جیسے اس قوم کے دفاع کی تیاریاں ہو رہی ہوں۔

پھر ٹیلی وژن کے اپنے جو کمالات ہیں وہ تو ہیں ہی، اُوپر سے ملحدانہ کلچر والے ملکوں سے چار چار چینلز بذریعہ سیارگان یہاں کام کرنا شروع کر رہے ہیں۔ اور ڈش انٹینا والے حضرات تو ۲۹ چینلوں پر گندے سے گندے مناظر دیکھ سکتے ہیں۔

افسوس کہ ہمارے ہاں ایسی حکومت موجود نہیں، جو شعاعوں کا اپنا نظام استعمال کر کے اس طوفان کو روک دے۔ ورنہ اغیار ہمارے اندر اُتر کر اپنا پروپیگنڈا کریں گے اور جب کوئی اہم واقعہ مسلمانوں کے متعلق ہوگا یا خود پاکستان کے اندر ہوگا تو وہ ہمارے عوام کے ذہنوں کو جس رنگ میں چاہیں گے رنگ دیں گے۔

کاش کہ اس قوم کو ہوش آسکے جسے نہ معلوم کب سے کلوروفارم سنگھا دیا گیا ہے۔

ایک اطلاع ہے کہ ۶ راپریل سے لاہور میں صنعتی نمائش منعقد ہو رہی ہے۔ ہر صنعتی نمائش ثقافتی نمائش بھی ہوتی ہے۔ میلے کا سا سماں ہوتا ہے۔ اس میں منکرات و فحاشی کا بڑا زور دار ماحول ہوتا ہے۔ گویا یہ بھی رمضان شریف کا ایک مظاہرۂ احترام ہوگا!

بیچ میں ایک اور اذیت ناک حقیقت سامنے آئی۔ پاکستان جس کی ملّتِ اسلامیہ کو اس کے قائد و راہنمائے اوّلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انتباہ دیا تھا کہ اِنَّمَا الْخَمْرُ

وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ ...... الخ (المائدہ - ۹۰) اور ان گناہوں کی مزید وضاحت کرنے کے بعد فرمایا: "فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۹۱) کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟ جو مجمع سامنے بیٹھا سن رہا تھا وہ پکار اٹھا: قَدِ انْتَهَيْنَا ہم باز آ گئے - ہم نے ان گناہوں سے تعلق ختم کر لیا - ایسے لوگ ہوتے ہیں آخرت میں شفاعتِ نبیؐ سے بہرہ مند ہونے والے -

اب سنیے کہ اس فرمانِ خدا و رسولؐ کا جواب ہم کیا دے رہے ہیں :-

پاکستان ۱۹ ر مارچ (۲ رمضان) کی خبر ہے کہ پنجاب کے ۴ شہروں کے ۶ ہوٹلوں میں ۸۰۲۵۸ گیلن شراب اور ۴۱۰۴۹۰ لیٹر بیئر سالانہ سپلائی کی جاتی ہے - مری میں بیئر اور شراب تیار کرنے کا ایک کارخانہ ہے - صنعتی و معالجاتی ضرورت کے لیے ۵ فیکٹریاں الکوحل یا اسپرٹ بناتی ہیں - یعنی راوی ریان ڈسٹلری لمیٹڈ کالا شاہ کاکو (وفاقی) میسرز کریسنٹ شوگر ملز اینڈ ڈسٹلری فیصل آباد، نون شوگر ملز بھلوال، شکر گنج شوگر ملز جھنگ اور حق سنز شوگر ملز اینڈ ڈسٹلری جیٹھا بھٹہ ضلع رحیم یار خان (صوبائی پبلک لمیٹڈ) - لاہور میں بند روڈ کے پاس غالباً فیکٹری شیزان لمیٹڈ ہے جس کی اجازت ایک پارسی کو وفاقی حکومت نے دے رکھی ہے (یہ اطلاع غیر مصدقہ ہے) بظاہر غیر مسلموں کے لیے آواری ہوٹل لاہور، پرل کانٹی نینٹل لاہور، فلیٹیز ہوٹل لاہور، فلشمین ہوٹل راولپنڈی، سیسل ہوٹل مری اور سرینا ہوٹل فیصل آباد شامل ہیں - ہوٹلوں سے شراب اور بیئر کی کوئی مقدار حاصل کرنے میں حکومت کی کوئی پابندی نہیں [1]

---

[1] ظاہراً نام اقلیتوں کا ہوتا ہے، لیکن اس فشردہ معصیت کا حظ مسلمانانِ کرام بھی خوب اٹھاتے ہیں - اگر کوئی مسلم حکومت ہوتی تو ایک تو شراب سازی کے کارخانے اپنے ہاں قائم نہ کرتی اور نہ کرنے دیتی - نیز کسی مسلمان (باقی صفحہ آئندہ)

ایک مصیبت یہ بھی تو ہے کہ سیاحوں کے لیے شراب اور بدکاری کے انتظامات کر کے ہی اقوام ان سے ڈالر اور پاؤنڈ کماتی ہیں۔ اس طرح کمائی تو ہو جاتی ہے، مگر قوم کی ایمانی و اخلاقی لحاظ سے بربادی ہو جاتی ہے۔ یہاں تو گناہ کے اور بڑے بڑے کاموں کی آمدنی اسلامی حکومتِ پاکستان کی رگوں میں خون بن کر گردش کر رہی ہے۔

لکھتے لکھتے آخری لمحے جو تکلیف دہ خبریں سامنے آئیں، انہوں نے پاکستان اور اسلام سے محبت رکھنے والوں کو بڑی اذیت پہنچائی۔ دہلی سے آنے والی ایک خاتون شکیلہ جو چار بچوں کی ماں ہے مسلم دشمن فضاؤں سے نکل کر اسلامی معاشرے کی فضاؤں میں داخل ہوئی، اُسے مزید دو خواتین کے ساتھ سمجھوتہ ایکسپریس سے اترتے ہی دو مسٹنڈوں نے اپنے آپ کو خفیہ ادارے کا اہل کار ظاہر کر کے ریلوے اسٹیشن سے نولکھا میں اسلم ڈیرے دار کے ہاں پہنچا دیا۔ وہاں شکیلہ ہوس ناکی کا شکار بنتی رہی۔ وہاں سے وہ اپنی مظلوم ساتھیوں کے ساتھ بھاگی تو مبینہ طور پر پانچ سو روپے رشوت دے کر تھانہ میں رپورٹ لکھوائی۔ تھانے والوں نے ملزم وارث خاں کو پکڑا لیکن ۲۵ ہزار روپے رشوت لے کر چھوڑ دیا۔ بعد ازاں تینوں عورتوں کو شہید گنج لنڈا بازار کے ایک اور ڈیرے دار ڈوگر کے حوالے کر دیا گیا۔ گذشتہ ۱۹ روز سے عورتیں حراست

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

کے ہاتھ اس کی فروخت یا ہدیہ کرنا جرم قرار دیتی۔ اس جرم پر دونوں فریقوں کو سزا دیتی۔ اگر برسرِ عام پی جائے تو اسلام کے پبلک لا کے تحت غیر مسلم کو بھی سزا ملے گی، جو فوجداری جرائم میں مسلمانوں کے لیے ہے۔ بدقسمتی سے غیر مسلم مہنگے داموں مسلمانوں کے ہاتھ اپنا کوٹہ یا اس کا کوئی حصہ فراہم کرتے ہیں۔ چاہیے یہ کہ غیر مسلموں کا بھی کوٹہ ہر ۶ ماہ بعد ۱۰% کم کر دیا جائے۔ اس طرح آہستہ آہستہ سلسلہ ختم ہو سکتا ہے۔ نیز مسلمانوں کے ہاتھ بیچنے کا سلسلہ بھی رُک سکتا ہے۔ کاش کہ کوئی اللہ کا بندہ متذکرہ آئینے کا جھنڈا بلند کر سکتا۔

ہیں ہیں۔ انہوں نے اخباری رپورٹ کے مطابق مدد کے لیے حکومتِ پاکستان سے اپیل کی ہے۔ (نوائے وقت لاہور۔ ۲۸ مارچ ۱۹۹۱ء)۔

مبینہ طور پر جن خبیثوں نے بھارت کے سامنے ہمارے منہ پہ کالک ملی ہے کاش کہ کوئی حکمران ان کے گروہ کو پکڑنے کے علاوہ ایسے اڈوں پہ بلڈوزر چلوائے اور بتھانے دار کو سوسو کوڑوں کی سزا دے کر نوکری سے نکال دے۔ کیا پاکستان بدمعاشوں کے لیے بنایا گیا ہے؟

دوسرا قصہ " دارالکفالہ " کا ہے جس کے مبینہ حالات پڑھ کر اندازہ ہوا کہ جمہوریت کی فضا میں ایک جہنم یا ٹارچر ہے جو دھاندنے سے تہ تک مظلوموں سے بھرا ہوا ہے۔ اس سے رہائی پانے والے عبدالعزیز ولد عبدالحمید، عمر یک صد سال پنشنر پاکستان و برطانیہ، اپنے گھر سے ایک عزیز کو ملنے نکلے تو انہیں بھی دو سٹنڈرے گھسیٹ کر ایک جگہ لے گئے، جسے وہ تھانہ کہتے تھے۔ پھر اس بزرگ پر جو گذری مار پیٹ، تذلیل، بھوک، پیاس، اسے پڑھ کر سر چکرا گیا۔ جہاں ان کو لے جایا گیا "دارالکفالہ"، وہاں دو منزلہ عمارت کے دو بڑے ڈربوں میں ۲۰۰ سے زائد خواتین، مرد اور بچے رکھے گئے ہیں جنہیں گداگر یا مشتبہ سمجھ کر محبوس کر دیا گیا (نوائے وقت لاہور ۲۸ مارچ ۱۹۹۱ء)۔

آئی جے آئی کی حکومت، مسلم لیگ یا میاں نواز شریف یا داتیں صاحب جلال میں آکر اس جہنم کے داروغوں کا محاسبہ کریں تو نیکی ہوگی۔ بعد میں نئی نئی باتیں چھپ رہی ہیں، مگر ہم روز کی اخباری اطلاعات کو تو بیان نہیں کر سکتے۔

یہ دونوں مبینہ واقعات رمضان کے پس منظر کے ساتھ کس درجہ وحشیانہ اور کرب انگیز ہیں۔ کس بری طرح ملتِ پاکستان کے افراد ضلالت کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ شریعت بل کی تیاری کے دوران اس قسم کے مظالم کا قلع قمع کر کے دکھایئے۔

ماہ رمضان اگر ایک شخص کے پیرایے میں ظاہر ہوتا اور اسے جج بنا کے بٹھایا

جاتا تو شاید متذکرہ مجرموں کی جڑیں تک وہی اکھاڑ سکتا۔

---

۱۷ مارچ کی خبر، پاکستان" نے دی کہ لندن میں جشنِ بہاراں کی تقریب میں بھارتی رقاصاؤں کے مجرے ہوئے اور اس میں پاکستانی ہائی کمشنر کی شمولیت کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ آئندہ پاکستان کی نمائندگی کرنے والے کسی شخص کو جرأت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ دیارِ غیر میں اس طرح پاکستان کا وقار گرانے کا باعث بنے۔ امریکہ کا شاگرد بھارت پاکستان کے خلاف ثقافتی یلغار شروع کیے ہوئے ہے۔ جس کا ایک کرشمہ تو بھارتی فلم سازوں کا سرزمینِ پاکستان میں آکر میزبان قوم کے خاص پرستاروں کی نگاہوں میں مقبولیت حاصل کرنا تھا۔ علاوہ ازیں ایک فلم کے لیے کچھ سین بھی فلمائے گئے۔ کشمیر میں مسلمانوں کی جانوں اور آبروؤں کی تباہی کا کارنامہ انجام دینے والی قوم کے لیے آخر ہمارے دلوں کے دروازے کھلے کیوں؟ ان لوگوں کے ہاں تو عقوبت گاہوں میں ۳۰ ہزار کشمیری جوانوں کی ہڈیاں[1] توڑی جا رہی ہیں۔ ابھی یوم پاکستان پر ۲ سو کشمیری گرفتار ہوئے۔

لندن میں ۱۷ مارچ ہی کی یہ خبر بڑی اندوہناک ہے کہ شعبان کے آخری جمعہ کو ریجنٹ جامع مسجد میں نماز کے وقت فساد ہو گیا۔ جب کہ مشہور نومسلم پاپ سنگر یوسف اسلام نے ایک گروہ کے ساتھ مسجد پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن چونکہ اس مسجد میں نماز ادا کرنے والے مصری، سعودی اور دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کی اکثریت ہے یہ نہیں

---

[1] میرے سامنے مظلومینِ کشمیر کی ایسی خوفناک تصویریں ہیں کہ آدمی کے ذہن میں اگر ان کا پورا اثر مسلسل جاری رہے تو ہارٹ فیل ہو جائے۔ یہ تہذیب ہے؟ مذہب ہے؟ جمہوریت ہے؟ انسانیت ہے؟ یا کیا بھارت میں صرف بہائم اور درندے ہی بستے ہیں؟

چاہتی کہ موجودہ نظام میں کوئی تبدیلی ہو اس لیے حملہ آوروں کو ناکامی ہوئی۔ مگر قانونی مجبوری کے تحت مسجد کے منتظمین نے پولیس کو بلوایا اور برٹش پولیس کی نگرانی میں نماز پڑھی گئی۔ افسوس کہ ہمارے ہاں کے فرقہ پرستوں کا یہ مسلک کہ مسجدوں پر چڑھائی کر کے انہیں قبضہ میں لیا جائے، دیارِ غیر میں بھی جا پہنچا۔ ارے ظالمو! جس دینِ امن و انصاف کے تم لوگ علمبردار ہو اس کی طرف دوسروں کو کیا راغب کرو گے۔ جب تم اپنے اندر امن و انصاف کو قائم نہیں کر سکتے۔ اس مسجد کے انتظامات کے لیے مسلمان ملکوں کے سفیروں پر مشتمل ۲۸ افراد کی ایک کمیٹی قائم ہے۔ اتنی عظیم الشان بین الاسلامی کمیٹی کو نظر انداز کر کے ریجینٹ جامع مسجد میں "قبضہ گروہ" کا گھس آنا بہت افسوسناک ہے۔

یہ بھی رمضان ہی کے دنوں کا سانحہ ہے کہ کراچی کے تشدد پسند طلبہ کے ہاتھوں ۵ نوجوان شہید ہوئے۔ وہیں کے ایک فسطائی گروہ نے بعض اخبارات کے خلاف مہم چلائی، ایجنٹوں اور ہاکروں کو دبایا۔ اخباری گاڑیوں کو روکا۔ لاکھوں روپے کے پرچوں کے بنڈل جلائے یا پھاڑے۔ اخبار والوں اور ان کے دفتروں پر حملے کیے۔ ایڈیٹروں کو گھروں میں دھمکیاں دی گئیں اور بعض کا محاصرہ کیا گیا۔ مارپیٹ کے واقعات بھی ہوئے۔ تکبیر اور اس کا دفتر بری طرح نشانۂ عتاب بنا اور بہت بڑا نقصان ہوا۔ کیا ایسی حرکات مسلمانوں کے شایانِ شان ہیں۔ اور رمضان کے ساتھ ان کی کوئی مناسبت ہے؟

کیا ہماری یہ عبرتناک کارگذاریاں (یہاں محض ایک بیان ہو سکی)، رمضان کے استقبال کے لیے باعثِ اطمینان ہیں؟

تمام فرقوں کے ۳۱ علما نے ۱۹۵۱ء میں جمع ہو کر اپنے اجلاس ۲۱ تا ۲۴ جنوری میں بمقام کراچی ۲۲ دستوری اُصولوں کا ایک خاکہ متفقہ طور پر پاس کیا تھا۔ وہ بڑے مرتبے کے علما تھے۔ مولانا ابوالحسنات، سید سلیمان ندوی، مولانا احتشام الحق تھانوی مولانا اطہر علی مفتی جعفر حسین مجتہد، مفتی حافظ کفایت حسین مجتہد، مولانا احمد علی لاہوری

اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور دیگر مکاتبِ فکر کے سربراہ۔ انہوں نے ایک ایسی مثال قائم کی ہے جس سے اسلام کی قوت میں اضافہ ہوگیا۔ (خدا ان سب پر رحمتیں فرمائے) مگر اس کے بعد زوال کے اثرات طاری ہوتے ہوتے اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ پاکستان میں اب جو نمایاں دینی شخصیتیں سامنے ہیں ان میں سے ہر ایک کا رخ الگ سمت میں ہے اور اصول و مقاصد جدا جدا ہیں۔ سب امام ہیں، کوئی مقتدی بننے پر تیار نہیں، اس لیے نماز با جماعت نہیں ہوسکتی۔

اندریں صورت نہ صرف شریعت بِل کو سیاست بازوں نے کھلونا بنا رکھا ہے، بلکہ طرح طرح کے فتنے یکے بعد دیگرے نمودار ہو رہے ہیں۔ پہلے عورت کی سربراہی کا قضیہ تھا، اب ایک خاتون سینٹ کی وائس چیئرمین چنی گئی ہیں۔ وفاقی ایوان میں خواتین کی ۲۰ سیٹیں ریزرو کر دی گئی ہیں۔ ٹیلی وژن پر مغرب کی منحوس ثقافت اور غلط الفکر بنانے والا پروپیگنڈا باہر سے نازل ہو رہا ہے۔ اور حاکموں کی رضامندی سے ہو رہا ہے۔ ہوٹلوں میں شراب بٹ رہی ہے۔ ویسے بھی کھپت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ یہ سب کچھ علما کی قوت و اثر کو ختم کرنے والا ہے۔ سب ٹک ٹک دیکھ رہے ہیں اور کوئی اتحاد کا نسخہ استعمال کرنے پر تیار نہیں ہے۔

شریعت بل کے مقابلے میں ہمارا مطلوب کچھ زیادہ ہے جس کا تصوّر کرنے کے لیے مروّجہ محدود دینی رجحانات سے زیادہ وسیع سوچ بچار کی ضرورت ہے۔ چاہیے یہ کہ اس ملک کا اسلامی نصب العین طے کرکے تعلیمی، تربیتی، دفتری، عسکری حلقوں میں فکر و کردار کی تعمیر کا نیا کام شروع کیا جائے۔ نیز سیاست، معیشت، معاشرت اور ثقافت کا نقشہ درست کیا جائے۔ شریعت کا تصوّر نہ محض قانون سازی تک محدود ہے اور نہ سزاؤں تک۔ کام اس طرح ہو کہ دنیا بھر میں محسوس ہونے لگے کہ ایک ہمہ گیر تغیر آرہا ہے اور دنیا کے نقشے پر امن و انصاف کی علمبردار ایک قوت اُبھر رہی ہے۔

یہ تو اعلانات و خبریات کی روشنی میں امید ہو چلی ہے کہ شریعت بِل کا تحفہ بھی قوم

کو ملنے والا ہے، مگر نہیں معلوم اس بل میں کیا ہوگا اور اس کے تحت اسلام کے کون سے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔ اس سے پہلے قراردادِ مقاصد پاس کر کے بھی تو برسوں فرار اور گریز میں گذار دیئے گئے۔ بالکل ایسے ہی جیسے مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد اور ہر ذمہ داری سے فارغ ہو جاتے ہیں۔

اب تک کوئی لیڈر اس ملک کو سچے دل سے اسلام کی محبت سے سرشار ہو کر اسلام کی علمبرداری اور اس کی خدمت کرنے اور اس کے انقلاب آفریں پیغام کو عملی شکل دینے کے لیے پاکستان میں نمودار نہیں ہوا۔ ورنہ اگر دیانت داری سے کوئی فرد اپنے گروہ کو ہم آہنگ کر کے کام کرتا تو دس سال میں ملک کی اخلاقی ہی نہیں، معاشی اور دفاعی قوت بھی کئی گنا بڑھ جاتی۔

افسوس کہ قوم کو جادۂ اسلام پر لے کے چلنے والا کوئی صاحبِ اقتدار لیڈر آج تک نمودار نہ ہوا۔ نہ کسی میں یہ تمنا ہی پیدا ہوئی کہ کاش میں ہی آسمانِ تاریخ کا وہ چمکتا چاند بن سکوں جس کی ایک دنیا منتظر ہے۔ منتظر ہی نہیں، بہت پیاسی ہے اسے مشروبِ صافی نہیں ملتا تو گدلے سیال کا جام منہ سے لگا لیتی ہے۔

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یا رب!
اک آبلہ پا وادیٔ پرُ خار میں آوے

ہائے یہ کیسا خوفناک قحط الرجال ہے۔ وائے یہ دینی شعور کا کیسا شدید کال ہے۔

کاش کہ جماعتِ اسلامی تنہا یا دوسری دینی جماعتوں کو شامل کر کے کوشش کرتی کہ ایک بصیرت مند، معتدل مزاج اور نقیبِ اسلام قیادت اس ملک میں اُبھر سکتی۔ اس خلا کو اگر ہم بھر نہیں سکتے تو پھر مغرب کی ملحدانہ فکر اور ہوس پرستانہ ثقافت تو پہلے ہی سے اُسے پُر کر کے اپنے قبضے میں لینے کے لیے بہت کام کر چکی ہے۔

بدقسمتی سے الحاد پسند، جاگیردار، فدویانِ مغرب، پرستارانِ امریکہ، سیکولر

مزاج اجتہاد دینے، قادیانی، دیگر مشہور تفرقہ پرداز گروہ اور یہودی اور ہندو اور کابلی اور روسی اور اسرائیلی ایجنٹوں کے ریوڑ کے ریوڑ اسلامی نظام کے راستے میں حائل ہیں۔

یہ طاغوتی قوتیں صرف اللہ تعالیٰ کے تصرفِ خاص سے ہی ہمارے راستے سے ہٹ سکتی ہیں۔

روزے دارو! خدا سے گڑگڑا کر دعائیں کرو کہ یہ قحط الرجال ختم ہو۔ خدا و مصطفیٰ کا کوئی فدائی، بلکہ کئی فدائی اٹھیں اور زندگیوں کو سنوار دیں۔

دعائیں کرو کہ امریکہ کی تازہ خیز خدائی کابت پاش پاش ہو جائے اور اس نے نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے جو من مانا دین تجویز کر کے اس کے جال میں مسلمان قوموں کو بالخصوص جکڑنے کا پروگرام بنایا ہے وہ سب ہوا ہو جائے۔ نیز اس کے فنڈا منٹل ازم کا میزائیل فضا میں ہی پھٹ جائے۔

دعائیں کرو کہ امریکہ کا اڈہ جس طرح براہ راست سعودی عرب سے اٹھ رہا ہے، اسی طرح بحرین اور کویت میں بھی قائم نہ ہو سکے۔ کیونکہ یہ اڈہ مسلمان ملکوں پر فوجی قوت سے استعماری دباؤ قائم رکھنے اور جبری مفاد حاصل کرنے کا ہے۔

شکرانہ کے کلمات خدا کے سامنے عرض کرو کہ کویت بڑی تباہی کے بعد بحال ہوا اور سعودی عرب مامون ہو گیا۔

دعائیں کرو کہ عراق میں امن قائم ہو، اور بوڑھوں، بچوں اور خواتین اور زخمیوں کو خوراک اور طبی امداد ملے۔ نیز امریکہ کا رویۂ عناد عراق کے متعلق ختم ہو۔

دعائیں کرو کہ کشمیری مجاہدین اور لاکھوں ستم کشانِ وادی عقوبت خانوں میں زندگی اور موت کے درمیان لٹکے ہوئے زیر تعذیب ہزارہا نوجوان اور اپنے نوابیں کی نوحہ خواں خواتین موجودہ غلامی سے نجات پالیں۔ جن کے لیے پاکستان اپنی آغوش انتظار وا کئے ہوئے ہے۔

دُعائیں کیجیے کہ ہمارا ملک تخریب کاروں، مجرموں، دولت پرست لیڈروں، خیانت کار اہلِ کاروں، ملاوٹ کرنے والوں اور ناجائز قیمتیں وصول کرنے والوں، مزدوروں اور مزارعوں کی محنتوں کے پھل غیر اسلامی طریقوں سے لوٹ کر اپنے سارے رزق کو حرام بنا لینے والوں، بدکاری کا نظام چلانے والوں اور اس کے لیے اُکساہٹیں پیدا کرنے والوں، سُودی آمدنی کے اخلاقی زہر پر پلنے والوں، نیز سیاست کی مفاد پرستانہ مہرہ بازی کرنے والوں سے محفوظ و مامون ہو جائے۔ ہماری آزادی کے پھل کو یہ مختلف کیڑے چاٹ رہے ہیں۔ اور ہمارے پاس اب تک ان کا تدارک نہیں۔ (کیا حکومت کا مرتب کردہ شریعت بل پاس ہو کر ان لعنتوں کے کیڑوں کے لیے کرم کُش کیمیکلز کا کام کر سکے گا۔)

بہرحال یہ ہیں حالات جن میں خدا پرستوں کے لیے اور بھی لازم ہو گیا ہے کہ وہ روزوں کی زیادہ شدید پابندی کریں۔ بے روزوں سے دعوتی گفتگو کر کے ان کو روزہ دار بنائیں یا کم از کم ان کو احترامِ رمضان کی تلقین کریں، قرآن پڑھیں اور سُنیں اور اسے سمجھیں، پھر اُسے روزمرہ زندگی کا گائیڈ بنائیں۔ تراویح اور تہجد اور نفل ادا کریں، خیرات کریں تاکہ وہ خدا کا رشتۂ رحمت تھام کر اُس سیلابِ بلا سے بچ سکیں جو لمحہ بہ لمحہ اُونچا چڑھتا جا رہا ہے۔ اب وہ ہماری ٹھوڑیوں تک ہے، تھوڑی دیر میں سروں سے گذر جائے گا اور خدا کا قانون پُکار اُٹھے گا کہ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ (ہود-۴۳) اس راستے پر چل کر بہ تائیدِ ایزدی حقیقی عید کی منزل تک پہنچ سکیں گے۔ ورنہ محض نئے کپڑے پہننے، اچھے کھانے کھانے اور سیر و تفریح کر لینے کا نام عید نہیں ہے۔

اعتذار

اس مرتبہ چونکہ مرکزی مجلسِ شوریٰ جماعت اسلامی پاکستان کا اجلاس خصوصی اہمیت کا تھا، اس وجہ سے رسالہ کی ترتیب کے کام میں التوا واقع ہوا۔ شمارہ کے تاخیر سے چھپنے کی وجہ سے جو تکلیف آپ کو ہوگی اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ انعیم صدیقی (مرتب)

حکمتِ سیّد مودودیؒ

تحریکِ اسلامی کا مزاج اور طریقِ کار

(ادارہ)

تحریکِ اسلامی اپنا ایک خاص مزاج رکھتی ہے اور اس کا ایک مخصوص طریقِ کار ہے جس کے ساتھ دوسری تحریکوں کے طریقے کسی طرح جوڑ نہیں کھاتے۔ جو لوگ اب تک مختلف قومی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے ہیں اور جن کی طبیعتیں انہیں کے طریقوں سے مانوس رہی ہیں، انہیں اس جماعت میں آکر اپنے آپ کو بہت کچھ بدلنا ہوگا۔ جلسے اور جلوس، جھنڈے اور نعرے، یونیفارم اور مظاہرے، ریزولیوشن اور ایڈریس، بے لگام تقریریں اور گرما گرم تحریریں۔ اور اس نوعیت کی تمام چیزیں ان تحریکوں کی جان ہیں، مگر اس تحریک کے لیے سمِ قاتل ہیں۔ یہاں کا طریقِ کار قرآن اور سیرتِ محمدی اور صحابہ کی سیرتوں سے سیکھیے اور اس کی عادت ڈالیے۔ آپ کو زبان یا قلم یا مظاہروں سے عوام پر سحر نہیں کرنا ہے کہ ان کے ریوڑ کے ریوڑ آپ کے پاس آجائیں اور آپ انہیں ہنکتے پھریں۔ آپ کو ان میں حقیقتِ اسلامی کی معرفت پیدا کرنی ہے، اور عرفانِ حقیقت کے بعد ان میں یہ عزم پیدا کرنا ہے کہ اپنی انفرادی زندگی اور گردوپیش کی اجتماعی زندگی کو اس حقیقت کے مطابق بنائیں اور جو کچھ باطل ہو اس کو مٹانے میں جان و مال کی بازی لگا دیں۔ لوگوں کے اندر یہ گہری تبدیلی ساحری اور شاعری سے پیدا نہیں ہوا کرتی۔ آپ میں سے جو مقرر ہوں وہ پچھلے اندازِ تقریر کو بدلیں اور ذمہ دار مومن کی طرح جچی تلی تقریر کی عادت ڈالیں۔ اور جو محرر ہیں انہیں بھی غیر ذمہ دارانہ اندازِ تحریر کو بدل کر اس آدمی کی سی تحریر اختیار کرنی چاہیے جو لکھتے وقت احساس رکھتا ہے کہ اسے اپنے ایک ایک لفظ کا حساب دینا ہے۔ (روداد حصہ اوّل۔ ص ۹۴)

افواہیں اور ان کے مہلک اثرات

شرعی نقطۂ نگاہ سے ایک جائزہ

جناب محمد یوسف فاروقی صاحب

آج کے دور میں جہاں اور بہت سی بُرائیاں اور بد اخلاقیاں ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں، ان میں ایک بہت بڑی بیماری افواہیں پھیلانے کی ہے۔ شاید افواہیں پھیلانے والوں کو یہ اندازہ بھی نہ ہو کہ بسا اوقات اس کے منفی اثرات معاشرہ اور مملکت دونوں کے لیے خطرناک ہوتے ہیں، اور جس کے تباہ کن اثرات سے خود افواہ سازی کا کام کرنے والے بھی نہیں بچ سکتے۔

شرعی نقطۂ نظر سے افواہیں پھیلانا یا افواہوں کے ذریعے معاشرہ میں فتنہ وفساد پھیلانا ایک بدترین جرم ہے، اس لیے کہ افواہیں بغیر کسی بنیاد کے معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان نہ صرف نفرت وحقارت پیدا کرتی ہیں، بلکہ بسا اوقات بلا وجہ لڑائی جھگڑے کا سبب بھی ہوتی ہیں۔ افواہوں کے مہلک اور مضر اثرات کے پیش نظر اسلامی مملکت کے شہریوں پر یہ فریضہ شرعاً عائد ہوتا ہے کہ وہ خود کسی قسم کی افواہیں نہ پھیلائیں، بلکہ افواہیں پھیلانے والوں پر بھی کڑی نظر رکھیں اور انہیں بھی افواہیں نہ پھیلانے دیں۔ من گھڑت اور جھوٹی باتیں نہ صرف دنیوی اعتبار سے جرم ہیں، بلکہ آخرت میں بھی اس جرم کی پاداش میں سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔ دنیا میں بھی اس قسم کی گھٹیا حرکتوں کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔

افواہیں خواہ حکومت کے خلاف ہوں یا کسی ادارے کے، جماعت مسلمین کے کسی فرد کے خلاف ہوں یا اُمّتِ مُسلمہ کے کسی طبقہ کے خلاف ہر حالت میں قابلِ مذمت ہیں۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ چند افراد کی پھیلائی ہوئی باتیں پوری قوم کے لیے شرمندگی اور پریشانی کا باعث بن گئیں، اور اس کے سنگین نتائج آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے۔

عہدِ نبوی میں افواہیں پھیلانے کا کام منافقین کیا کرتے تھے۔ منافقین نہ ملت اسلامیہ کے خیر خواہ تھے نہ ہی مملکتِ اسلامیہ کے۔ وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو ملّتِ اسلامیہ پر بھرپور وار کریں۔ خصوصاً ان حالات میں جب مسلمانوں پر جنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہوتا تھا تو ان کی تخریبی سرگرمیاں مزید تیز ہو جاتی تھیں۔ منافقین کبھی خوف و ہراس پھیلانے کے لیے افواہیں پھیلایا کرتے تھے اور کبھی کسی واقعی خطرے کو چھپانے کے لیے غلط قسم کا اطمینان پیدا کرنے کے لیے بے بنیاد اور مبالغہ آمیز خبریں پھیلاتے تھے۔ قرآنِ حکیم نے اس کا سدِباب کرنے کے لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب اس قسم کی غیر مصدقہ خبر یا افواہ پہنچے تو اُسے ہرگز لوگوں میں نہ پھیلایا جائے۔ بلکہ اس قسم کی بے بنیاد خبروں اور افواہوں کے بارے میں اربابِ حل و عقد کو آگاہ کرنا چاہیے تاکہ وہ اس قسم کی افواہوں کا جائزہ لیں اور ٹھیک ٹھیک صورتِ حال سے ملّت کو آگاہ کریں۔ اگر کوئی بات صحیح ہے اور اُمّت کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے، تو حکومت خود اس خبر کی اشاعت کرے گی، اور اگر معاشرہ میں محض بے چینی یا فتنہ و فساد پھیلانے کے لیے افواہ پھیلائی گئی ہے تو بھی حکومت اور اس کے خفیہ ادارے افواہیں پھیلانے والوں کے خلاف کارروائی کریں گے۔ اور افواہوں کے مضر اثرات کی روک تھام کے لیے تمام ضروری اقدامات کریں گے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ

لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

(النساء ۴ : ۸۳)

" اور جب اُن کو کوئی بات امن یا خطرے کی پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں ۔ اگر یہ اس کو رسول اور اپنے اولوالامر کے پاس پہنچا دیں تو وہ بات ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ بات کی تہ تک پہنچ جائیں اور صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں ۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو معدودے سے لوگوں کے سوا تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے "۔

اس آیت میں افواہیں پھیلانے کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے اور ذمہ دار شہریوں پر یہ فریضہ عاید کیا گیا ہے کہ وہ کوئی افواہ سنیں تو ارباب حل وعقد کو اس سے آگاہ کریں ۔ خود اس افواہ کو بیان کرکے نہ پھیلائیں ۔ بلا وجہ سنی سنائی بات کو لوگوں میں بیان کرکے اس میں شریک نہ ہوں جو کسی بدکردار اور مجرمانہ ذہنیت رکھنے والا فرد افواہ پھیلا کر حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا سنہری اصول بیان فرمایا ہے جو ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک دستوری ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے :

کفیٰ بالمرء اثماً ان یحدث بکل ما سمع[1]

" گناہ کے لیے یہ بات کافی ہے کہ انسان ہر سنی سنائی بات بیان کرنے لگے "۔

قرآنِ حکیم اصلاحِ معاشرہ کے لیے جہاں ضروری ہدایات دیتا ہے ، وہاں ایسی باتوں کا بھی قلع قمع کرتا ہے جو معاشرے کے پُرامن اور پُرسکون ماحول کو بگاڑتا ہو۔

[1] ابوداؤد ، السنن ، جلد ۲ ص ۲۰۳

سورۂ الاسراء کی اس آیت مبارکہ کو غور سے پڑھیے، جو نہ صرف یہ کہ بے بنیاد باتوں کے پیچھے نہ لگنے کا حکم دے رہی ہے، بلکہ ذمہ داری کا شعور بھی بیدار کر رہی ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (الاسراء ۱۷:۳۶)

"جس چیز کا تمھیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو، یقیناً کان، آنکھ اور دل سب سے باز پرس ہوگی"۔

یعنی جس چیز کے بارے میں تمھیں کامل اطمینان اور پوری طرح علم نہ ہو تو محض اٹکل اور گمان کی بنا پر اس کے پیچھے نہ لگ جایا کرو۔ تہمتیں، بدگمانیاں اور افواہیں سب ایک ہی قبیل کی برائیاں ہیں۔ ایک اچھے اور مہذب معاشرے کو ان برائیوں سے پاک ہونا چاہیے۔ اسلام جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے، اس کی بنیاد باہمی تعاون، اعتماد اور حسنِ ظن پر ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی معاملہ میں کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہیے جو محض افواہ پہ مبنی ہو اور بدگمانی کی وجہ سے کسی کے بارے میں کوئی غلط بات کہی جائے جس کی وجہ سے کسی فرد، جماعت، ادارہ یا طبقہ کی عزت و شہرت کو نقصان پہنچتا ہو۔ یا کچھ لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہو۔

سورۂ الحجرات میں اُمتِ مسلمہ کی اجتماعی اور شہری زندگی کے لیے ایک جامع ضابطۂ اخلاق پیش کیا گیا ہے۔ اس سورہ میں ان تمام برائیوں سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے جو اجتماعی زندگی میں فتنہ و فساد برپا کرتی ہیں اور جن کی وجہ سے لوگوں میں باہمی تعلقات خراب ہوتے ہیں اور رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک دوسرے کا مذاق اُڑانا، طعن و تشنیع کرنا، لوگوں پر پھبتیاں کسنا، یا ان کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنا، لوگوں کی غیبت کرنا، عیب جوئی کرنا وغیرہ۔ یہ سب وہ افعال ہیں جو صراحتاً گناہ ہیں اور معاشرے میں بگاڑ و فساد پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام برائیوں کو نام بنام ذکر کر کے انھیں حرام قرار دیا ہے۔

موضوع کی مناسبت سے یہاں الحجرات کی ایک آیت خاص طور پر قابلِ توجہ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ

تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ط

(الحجرات ۴۹ : ۶)

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اہم خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو، پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے"۔

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی خبر یا اطلاع ناقابلِ اعتماد ذرائع سے آئے تو بغیر تحقیق و تصدیق اسے من وعن نہیں ماننا چاہیے۔ بلکہ خوب اچھی طرح اس کی تحقیق کر لینی چاہیے کہ آیا واقعی اس خبر میں کوئی صداقت ہے؟ بغیر کسی تحقیق اور بغیر کامل اطمینان کے اگر کسی ردِعمل کا مظاہرہ کرو گے تو اس کا نتیجہ سوائے رسوائی اور ذلت کے کچھ نہیں ہوگا۔ مفسرین نے اس آیت کا جو پس منظر بیان کیا ہے وہ بھی اس مسئلہ کی وضاحت کرتا ہے۔ عہدِ نبوی میں بعض لوگوں نے قبیلہ بنی المصطلق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو غلط اطلاع دی تھی کہ اس قبیلہ نے مرکز کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے مرکز کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے لیکن مدینہ منورہ کی جانب سے کسی کارروائی سے قبل خود اس قبیلہ کے سردار حارث بن ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے تمام حقیقت بیان کی اور بتایا کہ اس قبیلہ کے کسی فرد نے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار نہیں کیا۔ نہ ہی مرکز کی جانب سے بھیجے گئے محصل کو کسی نے قتل کی دھمکی دی ہے۔ دراصل قبیلہ بنو المصطلق سے مخالفت رکھنے والے بعض افراد نے غلط اطلاعات دے کر اور اسے پھیلا کر مرکز کو اس قبیلہ کے خلاف کارروائی پر ابھارنے کی کوشش کی تھی۔ اصل حقائق معلوم ہونے پر مرکز نے بنو المصطلق کے خلاف کارروائی کا ارادہ موقوف کر دیا۔ قرآنِ حکیم نے اس موقع پر یہ حکم دیا کہ اس قسم کی جب کوئی خبر یا اطلاع ملے تو اربابِ حل و عقد کو چاہیے کہ اس کی خوب تحقیق کر لیا کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ حالات سے مغلوب ہو کر یا جذبات میں آ کر کسی بے گناہ طبقہ کے خلاف اقدام کر بیٹھیں جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔

(باقی)

صدقۂ فطر کے مسائل

جناب ابوشفیق قادری حیدرآباد

حکمت و مصلحت سوسائٹی کے نادار اور غریب افراد بھی اطمینان اور کشادگی کے ساتھ اپنے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے کی ضرورتیں پوری کر سکیں اور خوش حال مسلمانوں کے ساتھ عیدگاہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنے و نیز اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے حاضر ہو سکیں۔ تاہم عیدگاہ کا اجتماع بھی عظیم الشان ہو اور راستوں میں مسلمانوں کی کثرت سے بھی اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہو سکے اور طبقاتی احساس جاتا رہے۔ امیر و غریب شانہ بہ شانہ کھڑے ہو کر اسلامی اجتماعیت کا اظہار کر سکیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"عید کا دن خوشی کا دن ہے اور اس دن اسلام کی شان و شوکت کا اظہار مسلمانوں کی کثرت اور عظیم اجتماعیت کے ذریعہ کیا جاتا ہے اور صدقۂ فطر سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ صدقۂ فطر روزے کی تکمیل کا بھی سبب ہے"۔

محسن انسانیت سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

۱۔ اَغْنُوْهُمْ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ آج کے دن ان کو بے نیاز کر دو۔

(نیل الاوطار بحوالہ بیہقی و دار قطنی)

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً

الصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر فرض قرار دیا۔ تاکہ یہ روزہ دار کے لیے پاکیزگی کا باعث بنے اور مسکینوں کے لیے غذا"۔

صدقۂ فطر کا حکم

صدقۂ فطر ہر ایسے خوش حال مسلمان مرد اور عورت بالغ اور نابالغ پر واجب ہے جس کے پاس اس کی اصل ضرورتوں سے زیادہ قیمت کا مال ہو۔ اہلِ حدیث کے نزدیک صدقۂ فطر زکوٰۃ کی طرح فرض ہے۔ اور یہ ہر امیر و غریب مرد عورت بالغ نابالغ آزاد غلام پہ فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گلی کوچوں میں اپنا آدمی بھیج کر ------ یہ اعلان کرایا تھا۔

"آگاہ رہو! صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد عورت آزاد غلام بالغ نابالغ پر واجب ہے"۔ (ترمذی)

فطرہ کے سلسلہ میں جو احکام کتبِ احادیث میں درج ہیں اُن میں اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا استعمال بھی ہوا ہے، اس سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

فطرہ دینے کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ بچہ یا بچی جو ماں کے پیٹ میں ہو، اُس کی طرف سے بھی فطرہ ادا کیا جانا چاہیے، البتہ حمل ایک سو بیس دن کا ہونا ضروری ہے (ابن حزم) حضرت عثمانؓ نے بھی حاملہ عورت کی طرف سے دو فطرے ادا کئے تھے۔

فطرہ کا وجوب افراد سے ہے۔ زکوٰۃ کا وجوب مال سے ہے۔ اس لیے زکوٰۃ کی طرح اس کا نصاب نہیں ہو سکتا۔ فطرہ ہر فرد پر واجب ہے جس کے پاس ایک وقت کے کھانے سے بڑھ کر مال موجود ہو۔ کیوں کہ فطرہ سے مقصود عید کے دن فقراء کو بے نیاز کرنا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى - اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ جُهْدُ الْمُقِلِّ -

"بہترین صدقہ وہ ہے جو حالتِ غنیٰ میں کیا جائے۔ افضل صدقہ وہ ہے جو مفلوک الحال شخص محنت مزدوری کرکے دے۔

نیز نسائی میں ابن خزیمہ اور ابن حبان کی یہ حدیث بھی آئی ہے جس میں ارشادِ نبویؐ ہے:

"ایک درہم ایک ہزار درہم پر سبقت لے جاتا ہے...... وہ شخص جس کے پاس صرف دو درہم ہیں اور ان میں سے اس نے ایک درہم صدقہ کیا تو اس نے درحقیقت نصف مال صدقہ کیا"۔

چنانچہ سورۂ آل عمران آیت ۱۳۴ میں اللہ تعالیٰ نے منفقین کی یہ صفت بیان کی ہے کہ:

"وہ خوش حالی اور تنگ دستی (دونوں حالتوں میں) خرچ کرتے ہیں"۔

اسی بنا پر ایک مسلمان اگرچہ کہ وہ مالی اعتبار سے محتاج ہے مگر دینے کی لذت سے آشنا ہوگا۔ یوں تو لینے کا مزہ سب لوٹتے ہیں۔ دینے کا لطف تو اہلِ ایمان کا ہی حق ہے۔ فطرہ کے ذریعے سال میں ایک ہی دن سہی یہی مقصود ہوتا ہے۔ صدقہ فطر کے لیے نصاب اس لیے ضروری نہیں ہے کہ یہ ایک بدنی صدقہ ہے جب کہ زکوٰۃ مالی صدقہ ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۵۸)

صدقہ فطر کی مقدار حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا فطرہ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مقرر فرمایا ہے"۔ اس حدیث کو محدثین کی جماعت نے نقل کیا ہے۔ اور ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: "ہم صدقہ فطر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک صاع غلہ یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر نکالتے تھے۔ ہم اس پر برابر عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ مدینہ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شام کا دو مد گیہوں

(نصف صاع) ایک صاع کھجور کے برابر ہوتا ہے۔ اس کے بعد لوگ (صحابہؓ) ان کی رائے پر عمل کرنے لگے۔" اسے محدثین کے ایک گروہ نے نقل کیا ہے۔ اور بخاری کے سوا دوسری روایتوں میں مزید یہ الفاظ ہیں ابو سعیدؓ نے فرمایا: "میں اسی طرح صدقہ فطر نکالتا ہوں جس طرح پہلے نکالا کرتا تھا۔"

یہ دونوں احادیث نیز دیگر احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صدقہ فطر میں واجب مقدار ہر فرد کی طرف سے ایک صاع ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صاع کی مقدار اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ اس سے ایک گھر کے لوگوں کی شکم سیری ہو سکتی ہے۔ اور اتنی مقدار میں خرچ کرنا انسان کے لیے بالعموم تکلیف دہ نہیں ہوا کرتا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۵۰۹)۔

گیہوں اور کشمش کے ماسوا دیگر چیزوں میں صاع کی مقدار بالاجماع واجب ہے اور ان دو چیزوں میں بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور یہی قول حضرت ابو سعید خدریؓ، ابو العالیہؒ، ابو شعثاء، حسن بصریؒ، جابر بن زیدؒ، اسحاقؒ، ہادیؒ، قاسم مویدباللہؒ اور ناصر کا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۸۳ - المغنی ج ۳، ص ۵۷)

البتہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب گیہوں نصف صاع دینے کے قائل ہیں۔ اللہ کے رسول کے صحابیوںؓ میں سے کثیر تعداد نصف صاع گیہوں کی قائل رہی ہے۔ مگر جمہور کی حدیث حضرت ابو سعیدؓ کی روایت کے حق میں ہے جو ہر شے کے ایک صاع کی قائل ہے۔ اس دلیل کے دو پہلو ہیں۔

اوّل یہ کہ اہل حجاز کے عرفِ عام میں طعام خاص طور سے گیہوں کو کہا جاتا تھا۔ بالخصوص جب کہ دیگر بیان کردہ چیزیں اس پر قرینہ ہیں۔

دوم یہ کہ حدیث میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ مختلف قیمت کی اشیاء ہیں لیکن ہر ایک میں سے ایک صاع دینا مقرر کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اعتبار صاع کا ہے قیمت کا نہیں۔ (شرح النووی ج ۷ ص ۶۰)

گیہوں کے نصف صاع کے حق میں بھی روایات موجود ہیں۔ ترمذی ابوداؤد اور نسائی

میں درج ہیں۔ ان ساری روایات کو پیشِ نظر رکھیں اور ان روایات پر بھی دھیان مرکوز رہے جن میں گیہوں ایک صاع دینے کی ہدایت موجود ہے اور غور کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کے اس وقت کے حالات کا اندازہ لگائیں تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس زمانے میں گیہوں کی قلت تھی۔ اور قلت کے باوجود بھی اہلِ عرب کی مرغوب خوراک (غذا) انہیں دینا چاہتے ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف صاع گیہوں کی ہدایت فرمائی جب کہ دیگر اشیاء کے تعلق سے صاف وصریح روایت ملتی ہے کہ ان میں سے جو بھی شئے دینی ہو ایک ایک صاع ہی دی جائے۔ چنانچہ صحابہؓ کے دور میں گیہوں کی فراوانی ہوئی تو بھی نصف صاع دیا جانے لگا، جس سے حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اتفاق نہیں کیا۔ اس لیے اس مسئلہ پر اجماع نہیں ہے (فتح الباری ج ۳ ص ۳۷۴)۔ پھر جب حضرت علیؓ تشریف لائے اور آپ نے دیکھا کہ دام گر گئے ہیں تو فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لیے کشادگی پیدا کی ہے لہٰذا بہتر ہوگا کہ کوئی چیز بھی ایک صاع دو۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

اِن ساری مختلف روایات کے مطالعہ کے بعد دوسرا پہلو اجتہادی رہ جاتا ہے فتح الباری جلد ۳ ص ۳۷۴ میں جس طرح درج ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گندم کے ماسوا دوسری چیزیں قیمت میں مساوی ہیں۔ اور گندم اس وقت قیمت کے اعتبار سے گراں تھا۔ اور قلت بھی تھی۔ چنانچہ اسی اجتہادی اصول کی بنا پر ہر زمانے اور ہر ملک اور ہر دور کے مسلمانوں کو روشنی حاصل کرنا چاہیے۔

یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جن کی خوراک گیہوں نہیں ہے وہ بھی گیہوں کا نصف صاع ہی دیتے ہیں۔ گیہوں جن کی خوراک ہے وہ بھی نصف صاع ہی دیتے ہیں جب کہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آج کے دور میں گندم کی قیمت میں نمایاں تبدیلی آچکی ہے۔ کیا آج کا گندم آج کے کشمش، منقی، پنیر، کھجور اور جَو کے دام سے دوگنے دام کا ہے۔ اب تو تقابل بھی ناممکن ہوچکا ہے۔ گندم اہلِ عرب کی مرغوب غذا تھی۔ مگر گراں تھی اور قلیل تھی۔ اس لیے آدھا صاع دینے کی ہدایت دی گئی تھی۔ یہ بات

سمجھ میں آسکتی ہے ورنہ اگر کوئی اور مصلحت ہو تو اہلِ علم رہنمائی فرمائیں۔ ورنہ تمام روایات کے مطالعہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ فقہ کے اجتہادی رہنمائی پر نظر رکھی جائے تو یہی بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ: ۱۔ ہر مسلمان کو فطرہ میں وہی شئے دینا چاہیے جو اس کے کھانے میں کثرت سے استعمال ہوتی ہو۔ جیسے جنوبی ہند میں چاول، شمالی ہند میں گندم۔ ۲۔ جس معیار کا کھایا جاتا ہے اسی معیار کے اناج سے ہی حساب لگانا ضروری ہے۔ حضرت علامہ یوسف القرضاوی نے بھی اپنی کتاب فقہ الزکوٰۃ ص ۵۷۸، ۵۷۹ پر یہی درج فرمایا ہے۔ صفحہ ۱۰۸ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ خود اعلیٰ معیار کا اناج استعمال کریں اور صدقہ کے طور پر کم معیاری اناج دیں۔ یہ عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ (آل عمران - ۹۲)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے قیمت دینے کو افضل قرار دیا ہے۔ امام موصوف کا اجتہاد بہت ہی مناسب اور زیادہ قابلِ ترجیح معلوم ہوتا ہے۔ اگر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو پیشِ نظر رکھیں جس میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اَغْنُوْهُمْ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ۔ ورنہ مستحق لوگ ہر طرف سے صدقۂ فطر میں اگر اناج ہی حاصل کرلیں تو لامحالہ دوسری ضروریات کے بغیر تکمیل کے وہ عیدگاہ میں دیگر مسلمانوں کے شانہ بہ شانہ شریکِ عید نہیں ہوسکتے۔ ورنہ لامحالہ فطرہ میں حاصل کیا ہوا اناج بیچ کر انہیں ضروریات کے لیے رقم فراہم کرنا ہوگا۔ جس سے خریدار ان مستحقین کا استحصال کرتے رہتے ہیں۔ یہ پہلو اگر پیشِ نظر رہے تو امام موصوف کی اجتہادی رہنمائی پر اطمینان نصیب ہوسکتا ہے۔ اور اتفاق کیا جاسکتا ہے۔ دورِ نبویؐ کے حالات پر نظر ڈالیں تو صاف طور پر پتہ چلے گا کہ اس وقت کی معیشت میں مال کے بدلے مال ہی لیا اور دیا جاتا تھا۔ سکوں کا رواج موجود رہنے کے باوجود بہت کم تھا۔ آج جب کہ ہر چیز کی قیمت سکوں میں طے ہوتی ہے اور نقد دینا زیادہ سنتِ نبویؐ بھی ہے تو اسی کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ قیمت محتاج کی ضرورت کو پورا کرنے میں زیادہ ممد ومعاون ثابت ہوتی ہے۔

صاع کے پیمانے کا موجودہ وزن میں منتقلی صاع ایک پیمانہ تھا جس میں ۴ مُد ہوا کرتے تھے۔ صاع دو طرح کا تھا۔ ایک حجازی دوسرا عراقی۔ حجازی صاع کا وزن ۵ ۱/۳ رطل ہوا کرتا تھا۔ جو ۲۳۴ تولہ کا ہوتا تھا۔ عراقی صاع ۸ رطل کا ہوا کرتا تھا۔ جو ۴ سیر کے برابر ہوتا ہے۔ اس طرح ۳۲۰ تولہ ہوا کرتا ہے۔ امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ اور کوفہ کے دوسرے فقہا عراقی صاع کے قائل ہیں۔ اس کی بنیاد حضرت انسؓ کی اس روایت پر ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رطل پانی سے وضو کرتے تھے اور ۸ رطل یعنی ایک صاع پانی سے غسل کرتے تھے۔ (دار قطنی) نیز اُن کا استدلال حضرت عائشہ کی اس حدیث سے بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ آٹھ (۸) رطلوں کے ایک صاع پانی سے غسل کیا جائے۔ (دار قطنی) نیز حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع ۸ رطل کا تھا (حضرت ابوعبیدؒ) چنانچہ عراقی صاع جو آٹھ رطل یا چار سیر یا ۳۲۰ تولہ یا موجود ۳،۷۲۱ کیلو (یعنی تین کیلو سات سو اکیس گرام) کا ہوتا ہے اُسی کو اختیار کیا جائے۔

(احتیاط کے نقطۂ نظر سے ہم آندھرا پردیش کے باشندوں کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی روزمرہ کے استعمال کے چاول کی قیمت ۳،۷۲۱ کیلو فی کس کے حساب سے نکالیں اور بطور صدقۂ فطر مستحقین تک پہنچ کر اُن کے حوالے کریں۔ دروازے پر آنے والے پیشہ ور فقیروں سے صدقۂ فطر کو بچانا ضروری ہے۔ دوسرے صدقات کے لیے بھی بہتر یہی ہے کہ مستحقین کو تلاش کر کے پہنچا دیں۔ یا محلہ کی سطح پر اجتماعی نظم بنالیں اور اس کے ذریعے وصولی اور تقسیم کا نظم جاری کر دیں۔ ورنہ شہر میں فطرہ جمع کرنے اور تقسیم کا کام انجام دینے والی تنظیم کے حوالے کر دیں۔ فطرہ اپنے قرابت داروں کو بھی دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ مستحق ہوں۔)

بحث و نظر

ایک تفسیری و تاریخی اشکال اور اس کا حل

جناب حکیم شریف احسن صاحب

ترجمان القرآن (جولائی ۱۹۹۰ء) کے بحرہ رسائل و مسائل[1] میں محترم ملک غلام علی صاحب کے قلم سے ایک مضمون بعنوان "تفہیم القرآن پر ایک اعتراض کا جواب" شائع ہوا ہے۔ اس میں تفہیم پر کسی معترض کا یہ اعتراض نقل کیا گیا ہے کہ تفہیم میں لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کے لیے حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تو حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہؓ بن جحش سمیت ان کے خاندان والوں نے اسے نامنظور کر دیا۔ اس پر جب سورۂ احزاب کی آیت ۳۶ اتری تو اسے سنتے ہی سب نے بلا تامل سر تسلیم خم کر دیا۔ معترض کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہؓ تو غزوۂ احد میں شہادت پا چکے تھے۔ اور یہ نکاح بعد احد بروایت مشہور ۵ھ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ کہاں سے آ گئے۔

نفس اعتراض میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ عصمت خاصۂ انبیاء ہے۔ کسی بڑے سے بڑے صاحبِ علم کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی تمام علمی کاوشیں سہو و خطا

[1] یہ تحریر ترجمان کو اگست ۹۰ء میں بھیجی گئی تھی۔ لیکن محترم نعیم صدیقی صاحب کے ایک حالیہ عنایت نامے سے معلوم ہوا کہ انہیں نہیں ملی۔ لہٰذا اس کے شائع ہونے میں اتنا طویل وقفہ حائل ہو گیا۔

سے یکسر مبّرا ہیں۔ حیرت اس امر پر ہے کہ جناب معترض نے بزعم خویش اس سہو یا خطا کو مولانا مودودی کی علمی کم مائیگی کا ثبوت قرار دے دیا ہے۔ اگر جلیل القدر اہل علم کی تحریروں میں سہو یا خطا کی موجودگی کو علمی کم مائیگی کی دلیل ٹھیرا لیا جائے تو پھر حضرت معترض کے ممدوحین سمیت شاید ہی کوئی بلند پایہ مفسر، محدث اور مصنف اس الزام سے بچ سکے۔ خود زیر بحث واقعہ میں تفہیم میں جو بات لکھی ہے بہت سے اور عظیم علمائے تفسیر نے قریب قریب اسی کو اپنی تفاسیر میں تحریر کیا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو ماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) کی النکت العیون، بغویؒ (م ۵۱۶ھ) کی معالم التنزیل، زمخشریؒ (م ۵۳۸ھ) کی کشاف، قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) کی الجامع لاحکام القرآن، بیضاویؒ (م ۶۸۵ھ) کی انوار التنزیل، شاہ ولی اللہؒ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کا فارسی ترجمہ قرآن مع حواشی، قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) کی تفسیر مظہری، علامہ آلوسی (م ۱۲۷۰ھ) کی روح المعانی تفسیر سورہ احزاب آیت ۳۶[1]۔ کیا جناب معترض کے پاس علمی کم مائیگی کے اتنے تمغے ہیں کہ وہ ان سب بلند پایہ مفسرین کو ان سے سرفراز فرما سکیں۔

ملک صاحب نے سہو راوی کے امکان کو رد نہ کرتے ہوئے حسب معمول اپنے

---

[1] مولانا ثناء اللہؒ امرتسری کے نزدیک یہ شان نزول صحیح نہیں۔ انہیں یہ راوی کا فہم معلوم ہوتا ہے۔ (تفسیر ثنائی ص ۵۵، ۵۶ طبع ثانی ۱۹۷۱ء لاہور) اپنے اس دعوے کی تائید میں انہوں نے شاہ ولی اللہؒ کا قائم کردہ ایک اصول پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ "بعض اوقات راوی اپنے فہم سے کسی آیت کو ایک واقعہ کے ساتھ چسپاں سمجھتا ہے۔ تو وہ حکم لگا دیتا ہے کہ اسی واقعہ کے متعلق اُتری ہے"۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے پیش نظر شاہ صاحبؒ کا ترجمہ قرآن نہیں تھا۔ ورنہ یہ دلچسپ حقیقت ان کے سامنے آجاتی کہ شاہ صاحب نے اس اصول کو یہاں منطبق نہیں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: مترجم گوید دریں آیت تعریض است بآن قصہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نخست زینبؓ برائے زیدؓ خطبہ فرمود و آنرا زینبؓ و برادرش مکروہ داشتند و ایں فعل مناسب حال ایشاں نبود"۔

معروف علمی اور متین لہجے میں اس اعتراض کا جو جواب دیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تفہیم میں یہ نہیں لکھا ہے کہ عملاً نکاح کے وقت حضرت عبداللہؓ بن جحش موجود تھے۔ اس بات کا پورا امکان ہے کہ احزاب کی آیت ۳۶ کا نزول ۳ھ میں غزوہ احد سے پہلے ہوا ہو۔ اور حضرت زینب اور ان کے خاندان کی طرف سے فوراً اس پر رضا مندی کا اظہار کر دیا گیا ہو۔ جب کہ عملاً نکاح بھائی کی شہادت یا کسی اور وجہ سے احد کے بعد ہوا ہو۔ ملک صاحب کا یہ خیال قرین قیاس ہے۔ رشتہ طے ہونے اور عقد نکاح میں بعض اوقات کچھ عرصہ لگ جاتا ہے۔ خصوصاً جب فریقین میں کوئی خاندان کسی حادثہ سے دوچار ہو جائے۔ یہاں کیفیت یہ تھی کہ حضرت زینبؓ کے بھائی حضرت عبداللہ، ماموں حضرت حمزہؓ اور بہنوئی حضرت حمنہؓ کے شوہر۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر احد میں شہید ہو چکے تھے۔ لہٰذا اگر اس سوگوار خاندان کی ایک بیٹی کا نکاح سال بھر کے لیے مؤخر کر دیا گیا ہو تو عقلاً اسے تسلیم کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں۔

جناب معترض کے اعتراض اور اس کے انداز سے قطع نظر اس میں شبہ نہیں کہ اس واقعہ میں ایک تاریخی اشکال موجود ہے۔ اس کا ایک حل تو وہ ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ لیکن راقم کا خیال ہے کہ واقعہ کے دو پہلوؤں کے مزید تحقیقی مطالعہ سے اس کے حل میں کچھ اور مدد مل سکتی ہے۔ یعنی (۱) سالِ نکاح کے تعین سے اور (۲) ان بھائیؓ کے تعین سے جو حضرت زینبؓ کے ولی نکاح تھے۔

سالِ نکاح مشہور روایت کے مطابق حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کے نکاح کے تقریباً

ؔلہ عبداللہؓ اور عبیدؓ دونوں کا حضرت زینبؓ کے ساتھ ایک جیسا رشتہ تھا، دونوں ان کے سگے بھائی تھے۔

ؔلہ دونوں کے ناموں — عبداللہؓ اور عبیدؓ — میں زیادہ فرق نہیں۔ سننے، بولنے اور لکھتے وقت ان میں بآسانی اشتباہ اور التباس ہو سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں عبید کا نام بھی عبداللہ تھا۔ لیکن ابن عبدالبر اور ابن حجر دونوں نے اسے وہم قرار دیا ہے۔

ایک سال بعد ۵ھ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔ لیکن یہ روایت متفق علیہ نہیں ہے۔ ملک صاحب نے ابن کثیرؒ کے حوالہ سے ضمناً اس طرف اشارہ کیا ہے۔ بعض روایات کی رُو سے یہ واقعہ ۳ھ کا ہے۔ خلیفہ بن خیاط (م ۲۴۰ھ) ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ (م ۲۰۸ھ) اور ابنِ مندہ (م ۲۹۸ھ) اسی کے قائل ہیں[1] بلاذری نے انساب الاشراف میں ۵ھ کا ذکر کیا ہے، لیکن اسے مستند نہیں مانا۔ ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) نے مختلف حوالوں سے ۵ اور ۳ دونوں سالوں کا ذکر کر دیا ہے[2] ابن سید الناس کے الفاظ یہ ہیں:

زوجها الله اياها من السماء سنة اربع وقيل سنة ثلاث وقيل سنة خمس[3]

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے ان کا نکاح ۴ھ میں کر دیا۔ ایک قول کے مطابق ۳ھ ہجری اور ایک اور قول کے مطابق ۵ھ ہجری میں۔

سنین کی اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ایک معتبر سال ۴ھ ہجری ہے۔ اس کے بعد ۳ھ اور اس کے بعد ۵ھ۔ ابن کثیرؒ نے ۵ھ اور ۳ھ دونوں نقل کر دینے کے بعد کہا ہے والاوّل اشہر[4] یعنی پہلا زیادہ مشہور ہے۔ ابن حجرؒ

---

[1] ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ: ۳/۲۷۳ دار احیاء التراث العربی، بیروت، تاریخ طباعت ندارد۔

[2] ابن عبد البر، الاستیعاب علی ہامش اصابہ ۴/۳۱۴ دار صادر، بیروت س۔ن۔

[3] ابن سید الناس، عیون الاثر: ۲/۳۰۴ دار المعرفہ، بیروت س۔ن

[4] دیکھیے حوالہ ۱، ۲

لکھتے ہیں:

تزوجها النبی صلی اللہ علیہ سنة ثلاث وقیل سنة خمس[1]

"حضورؐ نے ان سے ۳ھ میں نکاح کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۵ھ میں"۔

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک ترجیح ۳ھ کو ہے۔

سیر و رجال کے ائمہ کے یہ اقوال بہرحال ایسے نہیں ہیں کہ انہیں سرسری طور سے رد کر دیا جاتے۔ اور اگر ۳ھ، ۴ھ، ۵ھ سے کوئی قول ارجح قرار پاتا ہے تو اشکال خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کا نکاح کا سال ۲ھ یا ۳ھ قرار پائے گا۔ اس لیے کہ یہ واقعہ حضورؐ سے حضرت زینبؓ کے نکاح سے کم و بیش ایک سال پہلے کا ہے۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن جحش ابھی زندہ تھے۔

ولی نکاح | حضرت زینب کے تین بھائی تھے۔ حضرت عبداللہؓ، حضرت ابو احمدؓ اور عبیداللہ۔ یہ سب بھائی مکہ ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن مؤخر الذکر ہجرت کر کے حبشہ گیا اور وہاں جا کر نصرانی ہو گیا اور اسی حالت میں وہیں انتقال کر گیا۔ لہٰذا وہ خارج از بحث ہے۔ عام روایات میں حضرت عبداللہؓ کا نام بطور ولی نکاح آتا ہے اور اسی سے زیر بحث اشکال پیدا ہوتا ہے۔ اگر مشہور قول ہی کو معتبر قرار دے کر حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کا سال نکاح ۴ھ قرار دیا جائے اور پھر نکاح پر رضامندی اور عملاً اس کا انعقاد بلا فصل مانا جائے تو راقم کے نزدیک اس معاملہ میں نا رضامندی، پھر رضامندی اور نکاح کے موقع پر موجود حضرت عبداللہؓ بن جحش نہیں حضرت عبد بن جحش تھے۔ یہ قیاس آرائی نہیں، قدیم ترین سیرت نگار ابن ہشامؒ نے حضورؐ سے حضرت زینبؓ کے سلسلے میں انہی کا نام لیا ہے۔ اور لکھا ہے:

تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینبؓ بنت جحش

---

[1] ابن حجر، اصابہ: ۴/۳۱۳، دار صادر بیروت۔ ت۔ ن

بن رياب الاسدى زوجه اياها اخوها ابو احمد عبد
بن جحش[1]۔

"حضورؐ نے حضرت زینب بنت جحش بن ریاب الاسدی سے نکاح کیا
یہ نکاح اُن کے بھائی ابو احمد بن جحش نے کرایا"۔

یہ روایت اپنے الفاظ میں بالکل واضح ہے۔ اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ ابتدائے مشہور ۳ھ میں جب حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کا نکاح ہوا تو یہی ان کے ولی تھے اور اس سلسلہ میں پہلے انکار پھر اقرار بھی انہی کی طرف سے تھا۔ درایت کے نقطۂ نظر سے دیکھیے تو بھی اس میں کوئی استبعاد نظر نہیں آئے گا۔ میرے نزدیک اس کے وجوہ یہ ہیں:

خاندان اور معاشرے میں دونوں کے مقام و مرتبہ میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ ابو احمد عبد بن جحش نابینا تھے۔ وہ صرف شعر کہہ سکتے تھے اور کہتے تھے۔ لیکن خاندان یا اسلام کی کوئی بڑی خدمت سرانجام دینا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ لہٰذا خاندانِ جحش کے سربراہ عبداللہ بن جحش ہی تھے۔ اپنی مختصر سی اسلامی زندگی میں انہوں نے اسلام کی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ ان کی حفاظت و قیادت میں خاندانِ جحش نے ہجرت کی۔ ان کی قیادت میں حضورؐ نے سریہ نخلہ روانہ کیا۔ مشرکین کا پہلا قتل اسی سریہ نے کیا۔ پہلی مرتبہ ان کے آدمی بھی اسی کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ اور پہلی غنیمت بھی اسی سریہ کے لوگ مدینہ میں لائے۔ قتل رجب کی آخری تاریخ میں ہوا تھا۔ حضورؐ کے سامنے جب حضرت عبداللہؓ نے غنیمت پیش کی تو آپؐ نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر ان کی براءت میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۷ اتری اور حضورؐ نے غنیمت قبول فرمائی[2]۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شریک ہو کر داد شجاعت دی، غزوۂ احد میں بے جگری سے

---

[1] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، قسم دوم ص ۶۴۴، طبع ثانی، بابی الحلبی، مصر ۱۹۵۵ء
[2] ابن ہشام ۶۰۳/۱، ۶۰۴، ۶۰۵۔

لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ مشرکین نے ان کا مثلہ کیا اور المجدع فی اللہ دگوش بریدہ راہ خدا) کے لقب سے سرفراز ہوئے اور اپنے ماموں حضرت حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں ان کی تدفین ہوئی۔[1]

ان خدمات سے ظاہر ہے کہ خاندانِ جحش کی عظمت اور شہرت حضرت عبداللہؓ کے ساتھ وابستہ تھی۔ اس لیے یہ ہرگز بعید از قیاس نہیں کہ کسی راوی کی زبان یا قلم پر عبد بن جحش کے بجائے عبداللہ بن جحش کا نام آگیا ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خاندان کے غیر اہم افراد کے قابلِ ذکر کام بھی اس کے اہم افراد کے نام منسوب ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبد بن جحش بلاشبہ نابینا تھے۔ لیکن حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد خاندانِ جحش میں ان کے سوا اور کوئی ایسا فرد نہ تھا جس کی طرف خاندانی امور میں رجوع کیا جاسکے۔ یہ محض مفروضہ نہیں اس کی تاریخی شہادت موجود ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ ابواحمد عبدؓ ہی تھے جنہوں نے مکہ میں خاندانِ جحش کی حویلی کی بازیابی کے بارے میں حضورؐ سے گفتگو کی۔ اس حویلی پر ان کی ہجرت کے بعد ابوسفیان نے قبضہ کر لیا تھا۔[2] لہٰذا نکاح اگر بعد اُحد کا واقعہ ہے تو اُن کے سوا کوئی دوسرا شخص ولی نکاح نہیں ہو سکتا۔

ان وجوہ کی بنا پر ابن ہشام کی روایت سے جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے اس کو درایت کی تائید بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ سالِ نکاح کے تعین میں بھی کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور مشہور ترین روایت ہی درست قرار پاتی ہے۔ راقم کی نظر میں زیرِ بحث اشکال کا یہی حل زیادہ قابلِ قبول اور قرینِ صحت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] مصعب الزبیری، کتاب نسب قریش ص ۱۹، طبع ثانی، دار المعارف، مصر، نیز ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ۱۳/۹۱ دار صادر بیروت۔ ت۔ ن

[2] ابن ہشام: ۲/۶۴۴

بعض حضرات کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ناموں میں یہ اشتباہ کیوں کر ممکن ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی نادر بات نہیں ہے۔ حدیث سیر اور تاریخ میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ ہو۔

امام مالکؒ محدثین کے امام الائمہ ہیں۔ ان کی کتاب مؤطا کے بارے میں امام شافعیؒ کہتے ہیں: ما بعد کتاب اللہ اصح من موطا مالک[1]۔ یعنی کتاب اللہ کے بعد موطا مالک سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں۔ اسی مؤطا میں ہے کہ حضرت زینب بنت جحش حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی زوجیت میں تھیں[2]۔ ابن عبدالبر جو خود مالکی ہیں۔ کہتے ہیں یہ وہم ہے اور غلط ہے۔ اور غلطی سے کوئی محفوظ نہیں۔ والغلط لا یسلم منہ احد[3]۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا بھی یہی کہنا ہے وہ قاضی عیاض۔ یہ بھی مالکی ہیں۔ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت زینبؓ کا ذکر وہم ہے۔ حضرت زینبؓ کبھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے نکاح میں نہ تھیں۔ ان کے نکاح میں حضرت زینبؓ کی بہن حضرت ام حبیبہؓ بنت جحش تھیں[4]۔

جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا ہے غلطی سے کوئی محفوظ نہیں۔ لیکن ظاہر ہے اس طرح کے سہو یا غلطی سے امام مالک اور ان کی کتاب کی جلالتِ شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور نہ کوئی صحیح الحواس انسان اسے ان کی علمی کم مائیگی کا ثبوت قرار دینے کی جسارت کر سکتا ہے۔

۱۔ سیوطی، تدریب الراوی، ۱/۹۱، اسلامیہ، لاہور، ت۔ن۔

۲۔ امام مالکؒ، موطا، کتاب الصلوٰۃ، باب المستحاضۃ تصلی وتصوم۔

۳۔ الاستیعاب: ۴/۱۸۴۲، ۳۳۴۴۔

۴۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، مسوّی ومصفّی: ۱/۶۸، رحیمیہ دہلی، ۱۳۴۷ھ

رسائل و مسائل

کیا حضرت علیؓ نے کسی کو قتل کرا کے پھر زندہ کر دیا تھا؟

سوال:۔ عرصہ تقریباً ۴۲ سال سے ترجمان القرآن کا سالانہ خریدار ہوں۔ اکثر دوستوں کی مجلس میں یہ بات سنی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو پہلے قتل کرا دیا کیونکہ وہ جناب مولا علیؓ کو خدا سمجھنے لگا تھا۔ پھر آپ نے انہیں زندہ کر دیا۔

یہ واقعہ کہاں تک درست ہے۔ امید ہے کہ جناب اپنے قیمتی وقت میں سے فرصت نکال کر ترجمان القرآن کے قاریوں کو اس واقعہ کی حقیقت سے نوازیں گے۔ کیونکہ آپ کی تحقیق بغیر کسی لاگ لپیٹ کے ہوتی ہے۔

جواب:۔

اس طرح کا واقعہ کسی حدیث صحیح بلکہ کسی ضعیف روایت میں بھی بیان نہیں ہوا کہ حضرت علیؓ کو خدا سمجھنے والے کسی شخص کو حضرت علیؓ نے پہلے تو قتل کرا دیا تھا اور پھر اسے زندہ کر دیا تھا۔ اصل واقعہ جو صحیح بخاری، باب حکم المرتد والمرتدہ میں وارد ہے، اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

أُتِیَ علی رضی اللہ عنہ بزنادقہ فاحرقہم

"حضرت علیؓ کے پاس کچھ زندیق گرفتار کر کے لائے گئے تو آپ نے انہیں آگ میں جلا دیا"

اسی روایت میں آگے بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ تک جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔ اگر میں ہوتا تو انہیں جلانے کی سزا نہ دیتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا

ہے کہ کسی کو اللہ کا آگ کا عذاب نہ دو اور میں ان زنادقہ کو قتل کر دیتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو دین (اسلام) تبدیل کرے اُسے قتل کر دو۔

جن لوگوں کو حضرت علیؓ نے سزا دی تھی اُن کے جرم کی تفصیل متنِ حدیث میں بیان نہیں ہوئی۔ بعض محدثین کا قول یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی اُلوہیت کے قائل تھے۔ حضرت علیؓ نے انہیں بُلا کر کہا کہ تمہاری تباہی ہو! میں تو تمہاری طرح کا بندہ ہوں، تمہاری طرح کھاتا پیتا ہوں۔ اگر میں اللہ کی اطاعت کروں تو اللہ چاہے تو اجر عطا فرمائے اور اگر نافرمانی کروں تو ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے سزا دے۔ تم خدا سے ڈرو اور اپنے عقیدے سے رجوع کرو مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے گڑھے کھدوا کر لکڑیوں کو آگ لگائی اور انہیں آگ میں ڈال دیا۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کا تعلق طائفہ سبائیہ سے تھا۔ جن کا سرغنہ ابن سبا یہودی تھا جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ بہرکیف اسلام لانے کے بعد انہوں نے ارتداد کی راہ اختیار کی تھی اور ان کی سزائے موت پر حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں کو اتفاق تھا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتد کی سزا قتل مقرر فرمائی تھی، البتہ حضرت ابن عباسؓ کو (جو اس وقت بصرہ کے حاکم تھے) آگ کی سزا سے اختلاف تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سزا سے منع فرمایا تھا۔ ممکن ہے کہ حضرت علیؓ کو اس ممانعت کا علم نہ ہو سکا ہو۔

یہ تصور بجائے خود بڑا ضلالت آمیز اور گمراہ کن ہے کہ حضرت علیؓ یا کسی صحابیِ رسول نے کسی واجب القتل شخص کو پہلے قتل کر دیا یا کرا دیا ہوگا اور پھر اسے زندہ کر دیا ہوگا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مرتد کو پہلے تائب ہونے اور اسلام لانے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ تین مرتبہ ارتداد پر توبہ قبول ہو سکتی ہے، اس کے بعد چوتھی مرتبہ ارتداد پر سزائے قتل نافذ ہوتی ہے۔ پھر اگر حضرت علیؓ کے بارے میں کوئی جاہل یہ کہتا ہے کہ انہوں نے مرتد اور واجب القتل کو قتل کر دینے کے بعد زندہ کر دیا تھا تو معاذ اللہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو سزا تجویز کی تھی وہ قابلِ تنفیذ نہیں تھی، بلکہ لائقِ ترمیم تنسیخ تھی اور حضرت علیؓ نے اس میں مناسب تبدیلی کر دی۔ اللہ تعالیٰ ایسے ملحدانہ کلمات سے ہر صاحبِ ایمان کو محفوظ رکھے۔

(غلام علی)

خصوصی تبصرہ

تاریخ مسلمانانِ پاک و ہند

(از سیّد ہاشمی فرید آبادی)

تبصرہ از جناب آسی ضیائی پرنسپل (ریٹائرڈ)

مولوی محمد حسین آزاد پر نقاد معترض ہوتے ہیں کہ وہ تاریخ جیسے سنجیدہ موضوع میں بھی شاعرانہ انشاء پردازی کے جوہر دکھاتے ہیں جس سے تاریخ، تاریخ کے بجائے افسانہ معلوم ہونے لگتی ہے۔ لیکن قیامِ پاکستان کے بعد برصغیر کی یہ تاریخ اس اعتراض کو قریب بھی نہیں آنے دیتی۔ اس کا پڑھنے والا ایک مسلسل داستان یا ناول کی طرح اسے پڑھتا چلا جاتا ہے۔ نئے نئے حقائق و واقعات اس پر منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ غیروں کے پیدا کردہ شکوک و اعتراضات رفع ہوتے چلے جاتے ہیں، اور روانیٔ کلام کی بدولت ایک ایک بات شربت کے گھونٹ کی طرح ذہن میں اُترتی چلی جاتی ہے اور پھر جب آخری صفحے پر پہنچ کر وہ جیسے ڈرامے کا ڈراپ سین دیکھ کر چونکتا ہے تو بےساختہ اس کا دل کہتا ہے "بس؟ اتنی مختصر؟ کاش، ابھی کچھ دُور تو اور چلتی!"

سیّد ہاشمی فرید آبادی کی یہ تاریخ، جسے اب اس کے اصل نام (تاریخ مسلمانانِ پاکستان و بھارت) سے مختصر کر کے نیا نام دیا گیا ہے، پہلی بار ۵۰ء (جلد اوّل) اور ۵۳ء (جلد دوم) میں شائع ہوئی تھی۔ ایک فاضل نے اس کو پڑھ کر اس پر یہ تبصرہ کیا کہ یہ تاریخ کی "جوامع الکلم" ہے۔ ایک اور بزرگ نے اسے "اُمّ التواریخ" کہنا پسند کیا۔ بہر حال یہ تو ماننا پڑتا ہے کہ برصغیر پر لکھی جانے والی دوسری تمام تاریخوں

سے یہ مختلف ہے۔ یہ بادشاہوں اور سرداروں کے بجائے اُن مسلمانوں کی تاریخ ہے جو محمد بن قاسم کے جلو میں پہلی بار یہاں آئے۔ اور بعد کی صدیوں میں قیامِ پاکستان تک آ آکر بستے رہے۔ ان کا نظام ملک گیری و فرمانروائی۔ اُن کی بدلتی ہوئی بود و باش، اُن کے معاشی اور جمالیاتی مشاغل، اُن کے رہنے، کھانے اور پہننے کے طور طریقے، اُن کی کارگزاریاں اور بداعمالیاں ـــ غرض اُن کی بارہ صدیوں پر محیط زندگی کے ہر گوشے کی قلمی تصویریں کھینچتی ہوئی یہ کتاب اپنے ناظر کو ۱۹۵۳ء تک لے آتی ہے۔ ادارۂ معارفِ اسلامی نے اس میں بعد کے ہونے والے سانحے (پاکستان کے دوپارہ ہونے) کی طرف چند سطروں میں اشارہ کر کے تاریخ کا ریکارڈ مزید درست کر دیا ہے، جس کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے خود صاحبِ کتاب ہی دنیا میں موجود نہ رہ سکے۔

مصنف علام چونکہ اعلیٰ پائے کے فاضل، محقق، شاعر اور صاحبِ دل بزرگ تھے، اور اس سے پہلے بھی متعدد مختصر تاریخی کتب اُن دنوں میں لکھ چکے تھے جب وہ ریاست حیدر آباد دکن کے دار الترجمہ سے وابستہ تھے اس لیے انہوں نے نہ صرف اس کی تدوین میں قدیم و جدید مسلمان مورخوں کی عربی و فارسی تواریخ (طبری، مقریزی، برنی، بدایونی وغیرہ) نیز انگریز مورخین کے "طوماروں" (گبن، الفنسٹن، وی اسمتھ، مورلینڈ، آکسفورڈ اور کیمرج ہسٹریز، امپیریل گزٹیر، وغیرہ) کو اچھی طرح کھنگالا ہے بلکہ انہیں پورے غیر جانب دار بن کر پرکھا ہے، ان کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ اور ایک مسلمان بن کر ان مسلمانوں کی تاریخ تحریر کی ہے۔ اس کا تجربہ انہیں پہلے سے تھا۔ (ملازمتِ حیدر آباد کے دوران میں)، اور اس سے انہوں نے پورا پورا فائدہ اُٹھایا ہے۔ اس طرح یہ تاریخ ایک قابلِ اعتماد، شفاف آئینہ بن گئی ہے۔ جس میں بارہ صدیوں کے مسلمان اس برصغیر میں چلتے پھرتے، ہنستے گاتے، لڑتے مرتے نظر آتے ہیں۔ اس کا پہلا حصّہ (جس کا نام خود مصنّف مرحوم نے "عہدِ کشورکشائی" رکھا ہے) محمد بن قاسم کے حملۂ سندھ (۹۳ھ/۷۱۲ء) سے شروع ہو کر

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء) تک کے واقعات پر مشتمل ہے، جب کہ دوسرے حصے میں (جس کا نام مصنف نے "تحریکاتِ ملی" رکھا تھا) - قیامِ پاکستان کے حالات درج ہیں، اور قاری کو اس نتیجے پر پہنچاتے ہیں کہ پاکستان کا وجود میں آنا ایک فطری اور ناگزیر "حادثہ" تھا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس مؤقر تصنیف کے ادبی اور ثقافتی مذاق کی کچھ جھلکیاں دکھا دی جائیں:

جلد اوّل سے:

۱- "محمد بن قاسم نے حجاج سے اجازت منگائی - استاد جعوبہ منجنیقی نے حکم لگایا کہ (منجنیق کا) پچھلا پایہ دو درع کاٹ کر پتھر چلایا جائے تو عین (دیبل کے) مندر کی چوٹی پر پڑے گا - چنانچہ پایا کاٹا گیا اور پانسو رسن کشوں نے نعرۂ تکبیر کے ساتھ پتھر کھینچ کر مارا تو دو نشانوں میں مندر کی چھت دھڑام سے نیچے آگری"۔ (جلد اول - ص ۸۳)

۲- "(بلبن سے) تقدیر کو بڑے کام لینے تھے، ورنہ ان دنوں سیاست کے کھیل میں گردن کٹ جانے کی تقریباً اتنی ہی اہمیت تھی جتنی آج کل کرکٹ کے میچ میں کسی کھلاڑی کا نام کٹ جانے کی ہوتی ہے"۔ (ص ۱۹۶)

۳- "وہ (سلطان غیاث الدین تغلق) ترکوں کے قبیلہ "کرونا" کا غریب آدمی تھا، جو شروع میں سندھ آیا اور سلطان علاؤالدین کے بھائی اُلغ خاں کی فوج میں بہت ادنیٰ درجے کی نوکری سے بڑھا اور بتدریج سردار و سپہ سالار اور بادشاہی کے مرتبے پر پہنچ گیا - وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ" (ص ۳۰۲)

۴- "اگر ہم افکارِ حاضرہ یا خلافتِ اسلامی کی کسوٹی پر ان بادشاہوں کو پرکھیں گے تو اکبر کی کیا تخصیص ہے، اکثر پرانے سکے کھوٹے نکلیں گے"۔ (ص ۴۹۶)

۵- بعض انگریزی تاریخیں پڑھ کر یہ گمان گزرتا ہے کہ لکھنے والوں کو ابھی تک

اورنگ زیب ایک زندہ دیو نظر آتا ہے اور وہ دور سے تیر و تفنگ چلا کر اسے ہلاک کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں!" (ص ۴۴۳)

۶۔ "ایک مدت تک سفیروں کے قدم، منشیوں کے قلم، گھستے رہے، دکن کے عیار ارباب سیاست قابو میں نہ آئے ...... تہدید و عتاب سے کام نہ چلا تو مغل بادشاہ نے فوج کشی کی...... رفتہ رفتہ عالمگیر کی گرفت سخت ہوتی گئی۔ بیجاپور کو ہتھیار ڈالنے پڑے ......" (ص ۵۶۲)

جلد دوم سے:

۱۔ "محمد شاہ نے رحلت کی۔ مجاہد الدین احمد شاہ سلطنت کا وارث ہوا، جو کم اہل باپ کا ناخلف بیٹا تھا۔ ہفتوں بلکہ مہینوں حرم سرا سے باہر نہ نکلتا۔ اندر اس کی ماں اودھم بائی نے آفت اٹھائی تھی، باہر جاوید خواجہ سرا کی آقائی تھی۔ اس مجلس حکومت سے وزیر صفدر جنگ رفتہ رفتہ اتنا زچ ہوا کہ ایک روز دعوت میں بلا کے جاوید کو نابود کر دیا......" (ص ۸۳)

۲۔ "عہد انحطاط کے دستور کے مطابق غازی الدین سولہ برس کی عمر میں خطاب عماد الملک اور باپ کے عہدے ایلخشی ممالک کا وارث قرار پایا۔ پھر اس فتنے نے وہ وہ فیل وزارت کے لیے مچائے کہ خود بادشاہی بازیچۂ طفلاں بن گئی" (ص ۸۴)

۳۔ "گو انگریز کی طاقت اور سیاست افغانستان کے امیر و وزیر کو زیر کر سکتی تھی، ملت افغانیہ کی غیرت کو مغلوب کرنے میں ناکام رہی ...... بالآخر انہیں ایک ایسی مسلمان قوم سے سابقہ پڑا جو مدنی اور مادی افلاس کے باوجود ملی آزادی اور خودداری کو جان سے زیادہ قیمتی جانتی تھی۔ ہوس ملوکیت عین شباب کی بدمستی میں ان فاقہ مستوں پر چڑھ گئی اور بڑی چوٹ کھا کر توبہ پکارتی ہوئی واپس آئی۔" (ص ۲۷۳)

۴۔ "سید احمد صاحب بریلوی کی تحریک ...... ملی اعتبار سے نہایت اہم ہے کہ مدت دراز کے بعد مسلمانوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا آوازہ بلند ہوا۔ شرعی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔ صدیوں سے بادشاہوں نے جہاد کے دینی فریضے کو جہانگیری

اور کشور کشائی کا برقع بنا لیا تھا جس کسی غیر مسلم قوت سے لڑتے جاتے، جہاد کا جھنڈا میدان میں لاتے اور علمائے وقت کے فتوے پھریروں پر چپکا لیتے تھے۔" (ص ۲۶۱)

۵۔ "نفرت کی سرنگ کا پہلا بڑا دھماکا میرٹھ چھاؤنی میں ہوا۔ جنوری ۱۸۵۷ء میں ایک نئی قسم کی بندوق ...... فوجوں میں رائج کی گئی تھی۔ اس کے کارتوس کو چربی سے چکنا کیا جاتا تھا۔ پھر دانت سے کارتوس کا ایک سرا کترتے تھے۔ فرنگیوں کو کسی گندی گھناؤنی چیز کی حِس نہ تھی، مگر ہندوستانی سپاہیوں میں یہ نیا کارتوس بدگمانی کا میگزین بن گیا۔ شمالی ہند میں آناً فاناً مشہور ہوا کہ اسے چکنا کرنے میں گائے اور سُور کی چربی لگائی جاتی ہے کہ ہندو مسلمانوں کا دین چکٹ جائے۔" (ص ۳۲۵)

یہ فقط مشتے از خروارے ہے۔ پوری تصنیف اسی ادبی مگر سنجیدہ اسلوب میں لکھی گئی ہے کہ کہیں رکاوٹ، تھکاوٹ، تکان یا بدمزگی کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی کتاب میں قومی زبان اُردو کا ایک نہایت انوکھا نظریہ بھی شواہد کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے جس سے اس مفروضے کی تردید ہوتی ہے کہ اس زبان کی تشکیل و ارتقا میں ہندو مسلمان دونوں برابر کے شریک ہیں۔

غرض یہ تاریخ ملت اسلامیہ کے لیے ایک بیش قیمت سرمایہ ہے۔ جسے ادارۂ معارف اسلامی نے چھ چھ سو صفحات کے دو حصوں میں نفیس کاغذ اور کتابت کے ساتھ بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

مطبوعات

TOWARDS UNDERSTANDING THE QUR'AN انگریزی میں ترجمہ تفہیم القرآن
(از مولانا سید ابوالاعلیٰؒ) مترجم جناب ڈاکٹر ظفر اسحٰق انصاری، ڈائریکٹر جنرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ - انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد (پاکستان) بہ تعاون اے، آر، قدوائی - ناشر: The Islamic Foundation,
پتہ: Leicester LE6 ORN U.K ؎ - قیمت نامعلوم-

فاضل مترجم کی شخصیت سے قارئین پہلے واقف ہیں - انہوں نے تعلیم انڈیا، کراچی یونیورسٹی میکگل یونیورسٹی میں حاصل کی -

کراچی یونیورسٹی میں پروفیسر رہے، پھر کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ، کنگ فہد یونیورسٹی برائے علوم پٹرول اور معدنیات (دہران) پرنسٹن یونیورسٹی، یونیورسٹی آف شکاگو، ملبوران یونیورسٹی اور میکگل یونیورسٹی میں تعلیمی و تحقیقی خدمات انجام دیں - کئی تحقیقی مقالات لکھے جن میں بعض انسائیکلو پیڈیا برطانیہ تک میں شائع ہوئے -

تفہیم القرآن کا ایک انگریزی ترجمہ "دی میننگ آف دی قرآن" ترجمہ کردہ چوہدری محمد اکبر مرحوم اور تکمیل یافتہ بقلم عزیز کمال مرحوم موجود ہے اور باعثِ افادۂ عام - مگر ڈاکٹر ظفر اسحٰق نے ایک نیا ترجمہ خاص اس ضرورت سے لکھا کہ مغربی ممالک میں

؎ پتے میں یہ اضافہ بھی کرلیں، لفظ "فاؤنڈیشن" کے بعد — MARKFIELD
DAWAH CENTRE RATBY LANE MARKFIELD

انگریزی زبان کا جو معیار اور انداز رائج ہے اس میں تفہیم القرآن کو پیش کیا تاکہ امریکہ برطانیہ وغیرہ میں اسے دعوتی اغراض سے پھیلایا جائے۔ اور یورپی نومسلموں کو دیا جائے۔ سلسلہ ترجمہ کی یہ تیسری جلد ہے جس میں سورہ الاعراف اور سورہ انفال و توبہ شامل ہیں۔ پہلے دو حصوں کا تعارف ہم کرا چکے ہیں۔

نہایت اچھی گیٹ اپ، فسٹ کلاس ٹائپ، شاندار سرورق کے ساتھ مولانا مودودیؒ کے اردو ترجمہ اور تفسیری حواشی کو عربی متن سمیت خوب صورت انگریزی میں پیش کیا گیا ہے۔ یہاں ہم بہت زیادہ جھلکیاں تو پیش نہیں کر سکتے۔ صرف ایک مقام سے دو آیتوں کا ترجمہ ہم پیش کرتے ہیں:

سورۂ توبہ آیت نمبر ۷۹:

As for those who taunt the believers who voluntarily give alms and scoff at those who have nothing to give except what they earn through their hard toil, Allah scoffs at them in turn. A greivous chastisement awaits them.

آیت نمبر ۸۰:

(O Prophet) It is the same whether or not you ask for their forgiveness. Even if you were to ask for forgiveness for them seventy times, Allah shall not forgive them. That is because they disbelieved in Allah and His Messenger; and Allah does not bestow His Guidance on such evil-doing folk. (P. 235).

اب ذرا اس ترجمہ پر بھی نگاہ ڈالیں جو مینگ آف قرآن کے نام سے اب تک بہت مقبول ہے۔ سورۂ توبہ کی متذکرہ آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

(He fully knows those stingy rich people) who find fault with the monetary sacrifices of those believers who make willing and voluntary contributions generously and scoff at those people who find nothing to contribute (to the cause of Allah) except what little they contribute sacrificing their own needs: Allah scoffs at those who scoff and there is a painful punishment in store for them.

O Prophet, (it will all be the same) whether you beg forgiveness for such people or not; for Allah will not forgive them even if you beg forgiveness for them seventy times. This is because they have no belief in Allah and His Messenger: and Allah does not show guidance to the wrong-doers.

The Meaning of the Quran, V.II, P.209-213.

خیال تھا کہ علامہ عبداللہ یوسف علی، پکتھال، آربری، مولانا عبدالماجد وغیرہ کے تراجم بھی تقابلاً پیش کر دیے جائیں، مگر اتنی گنجائش نہیں۔
آخر میں قرآنی اصطلاحات کا اچھا انڈکس شامل ہے۔صرف ایک مثال:-

(1) Din: The true meaning of din is obedience. As a Quranic technical term din refers to the way of life and the system of conduct based on recognising God as one's sovereign and committing oneself to obey Him. According to Islam true din consists of living in total submission to God, and the way to do so is to

accept as binding the guidance communicated through the Prophets.

علاوہ ازیں دو اور اہم انڈکس بھی ہیں اور نقشے بھی اپنے اپنے مباحث سے متعلق شامل ہیں۔

ہم ہر جلد کی طرح جلد سوم کا بھی خیر مقدم کرتے ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ اور انگریزی میں مطالعہ کرنے والوں یا باہر اس ترجمہ کو بطور تحائف بھیجنے والوں کو اس کی طرف خاص توجہ دلاتے ہیں۔

بیعت | مجموعہ نعت۔ برادرِ عزیز جعفر بلوچ۔ ناشر: یونیورسل بکس۔ ۴۰۔ اے۔ اردو بازار، لاہور۔ سفید کاغذ پر طباعت اچھی۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: ۴۰/- روپے

اِدھر کچھ عرصہ سے میں جب بھی ترجمان القرآن کے لیے مطبوعات کے صفحے لکھنے بیٹھتا ہوں تو ایک شخص میرے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب بیعت ہوتی ہے اور کچھ کہتا نہیں، بس کتاب رکھ کے چلا جاتا ہے۔ پھر وہ کتاب نجانے کہاں غائب ہو جاتی ہے۔ میں نے لاکھ چاہا کہ اپنی بھاری مصروفیت کو کچھ کم کرنے کے لیے بعض کتابوں پر دوسروں سے لکھوا لوں۔ مگر یہ سوچتے ہی وہی شخص پھر سامنے آ کھڑا ہوتا ہے اور میرا دماغ معطل ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے یہ کون ہوتا ہے؟ یہ جناب جعفر بلوچ ہوتے ہیں۔ صرف ایک بار وہ بولے اور انہوں نے کہا کہ لکھنا ہو تو آپ خود لکھیے، نہیں تو کتاب ہدیہ سمجھ کر پڑھتے رہیے۔ بات کی کاٹ ایسی تھی کہ ہم ذبح ہی ہو کر رہ گئے۔

پہلی نعتیہ نظم ہی سے بچ کے نکل جانا کچھ آسان نہیں۔ مطلع ؎

چمک اُٹھتے ہیں جب یادوں کے روزن
گلے ملتے ہیں میں اور میرا بچپن

ذرا دیکھیے، شاعر اپنے بچپن سے گلے مل رہا ہے۔

اچھی بحر میں ماضی کے تذکرے اور مناظر کی عکاسی دونوں کی ہم آہنگی خوب ہے دریائے سندھ سے بات چلی مگر لیجئے جعفر بلوچ صاحب نے اپنا ایک اور دریا بہا کے دکھا دیا۔ اس کی مثال ؎

تموج میرے دریائے سخن کا خیاباں ساز ہے گلزار من کا

اور اس دریائے سخن کی روانی کا راز ؎

مری طبع رواں کا راز کیا ہے بہ فیضانِ ثنائے مصطفٰےؐ ہے

اور حضورؐ مصطفیٰؐ کی شان ؎

مرادیں بخشنے والے سخی ہاتھ چٹانیں توڑنے والے قوی ہاتھ

خلقِ محمدیؐ کے ساتھ تاریخی واقعہ کو یکجا کیا۔ محض مدح نہیں کی۔

میرا دل عجیب ہے۔ اچھے شعر مجھے چھوڑتے ہی نہیں۔ میں ان کی کتاب پر کیا لکھوں۔ شاید اسی نظم پر بات پوری ہو جائے۔ ذرا ان ہاتھوں کی شان کے حلقے میں اور بھی واقعات سیرت و تاریخ اور تفسیر قرآنی دیکھیے۔ ؎

مبارک ہاتھ پتھر ڈھونے والے کھجوریں بہر سلماں بونے والے

وہ جن کے مَا رَمَیْتَ میں ہیں اسرار ہے جن ہاتھوں کی مار اللہ کی مار

خدا کے سامنے محوِ دُعا ہاتھ مشیت کی بلندی تک رسا ہاتھ

انہی ہاتھوں پہ کی ہے میں نے بیعت انہی سے ہوں گہر اندوزِ رحمت

یہاں معلوم ہوا کہ جعفر بلوچ نے مجموعے کا نام بیعت کیوں رکھا۔ تمام مروجہ روایتیں ٹوٹ گئیں، کیا مقام ہے جعفر کا کہ بیچ کے وساطت چھوڑ کر سید ھا دستِ نبیؐ پہ بیعت کرتا ہے۔ کیا بلندی خیال ہے اور کیا شانِ عقیدہ۔

مزید اشعار نقل کرنے کے لیے جگہ نہیں۔ بس یوں سمجھیے کہ یہ شخص روایت کی کیاریوں میں نئے گل کھلاتا ہے۔ سادہ انداز میں اونچے مطالب۔ بس ایک شعر لکھتا ہوں ایسے ہی سامنے آ گیا ؎

پھر ادا ہو گی قضا ہو کے نمازِ ہستی وقت پھر پلٹے گا جب ان کا اشارہ ہوگا

ابھی تو جعفر بیعت کنندۂ حضورؐ کی اور نعتیں آئیں تو نجانے ہمارے تصورات سے کتنی بلند ہوں گی۔

مُسلم دُنیا ۱۹۹۰ء | تحریر و تحقیق: فیض احمد شہابی۔ بہ اہتمام ادارۂ معارفِ اسلامی منصورہ، لاہور۔ صفحات: ۳۹۰۔ سفید کاغذ پر خوشنما کمپوٹری طباعت۔ سادہ و رنگین ٹائیٹل۔ قیمت: یک صد روپے۔

اس کی ترتیب کچھ ایسی ہے کہ عالمِ اسلام کی اسے YEAR BOOK سمجھ لیجیے۔ مختصر سا پیش لفظ مولانا خلیل حامدی ڈائریکٹر ادارہ نے لکھا ہے۔ پہلا باب ہے "تنظیمیں" یعنی اسلامی ممالک میں کون کون سی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ پھر موضوع ہے ۱۹۸۹ء حالات و واقعات کے آئینے میں ۔۔ یہ گویا بہت مختصر سا حالات کا سال بھر کا جائزہ ہے۔ پھر ۵۲ ملکوں کے اجمالی کوائف بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً آپ سعودی عرب کو نکالیے، ص ۱۶۲ ۔۔ تو حسبِ ذیل ذیلی عنوانات ملیں گے

۱۔ دارالحکومت ۲۔ مختصر تاریخ ۳۔ سعودی حکمران ۴۔ طرزِ حکومت ۵۔ خارجہ پالیسی ۶۔ معیشت ۷۔ تیل سے حاصل ہونے والی آمدنی ۸۔ زراعت ۹۔ صنعت و حرفت ۱۰۔ ذرائع مواصلات۔ (سڑکیں، بندرگاہیں، شہری فضائیہ) ۱۱۔ تجارتی بحری بیڑہ ۱۲۔ بڑے شہر ۱۳۔ معدنیات ۱۴۔ مسلح افواج ۱۵۔ تعلیم ۱۶۔ اخبارات و جرائد ۱۷۔ مشہور روزنامے ۱۸۔ سلسلۂ حالات ۱۹۔ حالاتِ حاضرہ۔

اِس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کتاب کا نقشۂ ترتیب کیسا ہے۔ نیز یہ طلبہ کے لیے، کوئز پروگراموں کے لیے، صحافیوں کے لیے اور مختلف لائبریریوں کے لیے کتنی مفید ہے۔

متاعِ آخرِ شب | مجموعہ کلام حفیظ میرٹھی۔ ناشر: ادارۂ معارفِ اسلامی منصورہ لاہور صفحات: ۱۶۰۔ کاغذ طباعت بہت مناسب۔ سادہ مگر آرٹسٹک ٹائیٹل۔ قیمت درج نہیں۔

حفیظ میرٹھی سے ملاقات کر کے بڑی خوشی ہوئی، جیسے کوئی گم شدہ ساتھی مل گیا ہو۔

مگر سابقی کہاں، عمر میں وہ بزرگ تر ہیں۔ فن میں فلک رس ہیں۔ انہوں نے بہت سا سفرِ شعر طے کر ڈالا۔ وہ ایسے منزل بلند پر ہیں کہ ہم نیچے سے انہیں بصد رشک دیکھتے ہیں۔

ان کی شاعری کو سمجھنے کے لیے ان کا یہ تجزیہ سنیے کہ "دورِ حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ شاید قسم کا ذہنی اضطراب، اخلاقی بحران اور مقصدیت کا خلا ہے"۔ دانش ور فن کاروں کا حال یہ ہے کہ وہ بچارے خود عقلیت، تجربیت، لذتیت، جدیدیت، اور وجودیت کی موجوں میں غوطے کھاتے ہوئے اس حقیقتِ عظمیٰ کا سرا گم کر بیٹھے ہیں جس کی کسوٹی پر عقلی اور تجربی حقیقت اور تہذیبی یا اخلاقی قدر کو پرکھا جا سکتا ہے۔ چند شعر ؎

بڑے ادب سے عزور ستمگراں بولا
جب انقلاب کے لہجے میں بے زباں بولا

حصارِ جبر میں زندہ بدن جلائے گئے
کسی نے دم نہیں مارا مگر دھواں بولا

جب کوئی آغوش کھلتا ہی نہیں اس کے لیے
ڈھانپ کر منہ راکھ کے بستر پہ سو جاتی ہے آگ

امن ہی کے دیوتاؤں کے اشاروں پر حفیظ
جنگ کی دیوی کھلے شہروں پہ برساتی ہے آگ

موجۂ مے سے تراشا ہوا اندازِ خرام
آپ چلتے ہیں کہ چلتی ہے صبا پانی پہ

سب مجھ پہ مہرِ جرم لگاتے چلے گئے
میں سب کو اپنے زخم دکھانے میں رہ گیا

میدانِ کارزار میں آئے وہ قوم کیا
جس کا جوان آئینہ خانے میں رہ گیا

وہ وقت کا جہاز تھا کرتا لحاظ کیا
میں دوستوں سے ہاتھ ملانے میں رہ گیا

بازارِ زندگی سے قضائے گئی مجھے
یہ دور میرے دام لگانے میں رہ گیا

کون رکھتا ہمیں موتیوں کی طرح
رل گئے خاک میں آنسوؤں کی طرح

روشنی کب تھی اتنی مرے شہر میں　　جل رہے ہیں مکاں شعلوں کی طرح
داد دیجیے کہ ہم جی رہے ہیں وہاں　　ہیں محافظ جہاں قاتلوں کی طرح

جب کسی گلفام کا دامن اُلجھ کر رہ گیا　　خار کو محسوس اپنی برتری ہونے لگی

نہ ہوں حیران میرے قہقہوں پر مہرباں میرے　　فقط فرہاد کا معیار اُونچا کر لیا میں نے

ڈھونڈتا پھرتا ہوں دُنیا کے بھرے بازار میں　　ایک معمولی سی شے جس کو سکونِ دل کہیں

یہ بات نرالی دلِ خوددار کرے ہے　　تڑپے ہے مگر درد سے انکار کرے ہے

سمجھ رہا تھا کہ محفوظ اپنے گھر میں ہوں　　مگر یہ گھر نے بتایا کہ میں بھنور میں ہوں

اللہ سے دُعا ہے کہ وہ حفیظ صاحب کو صحت و قوت دے اور وہ اپنی شاعری کے چشمہ ہائے آبِ حیات اور جاری کریں۔

فوز و سعادت کے ایک سو پچاس چراغ | مولف: طالب الہاشمی۔
ناشر: محمد عثمان شمسی بین اسلامک پبلشرز۔ ۱۷ اُردو بازار لاہور۔ مطبع: میٹرو پرنٹرز لاہور۔ ضخامت: ۵۶ ۶ صفحات۔ قیمت: ۱۲۰/ روپے

سیرت نگاری اور سوانح نگاری کی وادی بڑی کٹھن اور پُرخار ہے۔ بڑے بڑے کہنہ مشق قلمکار بھی کہیں نہ کہیں جادۂ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ اس وادی میں قدم بڑی احتیاط سے ذمہ داری سے پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے۔

سیرت نگاری کا تعلق عقیدت، قلبی لگاؤ، محبت و خلوص سے ہے۔ سیرت نگار کو جن کی سیرت لکھنی ہوتی ہے ان سے تعلق کی نوعیت، کیفیت و کمیت کا بہت گہرا

تعلق ہے۔

جناب طالب ہاشمی صاحب ان خوش قسمت ترین انسانوں میں سے ایک ہیں، جن کو رب کائنات نے اپنے آخری رسول مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ کرام کی سیرت پر لکھنے کا ذوق و شوق، جذبہ و ولولہ عطا فرمایا ہے۔

محترم ہاشمی صاحب نے اس سے پہلے اس صنف پر درجنوں کتابیں تالیف کی ہیں۔ مثلاً متذکرہ بالا کتاب کے علاوہ تیس پروانے شمع رسالت کے، خیر البشر کے چالیس جان نثار، سرور کائنات کے پچاس صحابہ، آسمان ہدایت کے ستر ستارے، رحمت دارین کے سو شیدائی، سیرت خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق، سیرت فاطمۃ الزہرا رض، تذکار صحابیات رض، یہ تیرے پر اسرار بندے وغیرہ۔

دنیا کے یہ وہ خوش قسمت ترین انسان ہیں جن کو سرور کائنات کی مجلس نشینی کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ وہ چراغ ہیں جن کی لو سے دنیا روشن ہو گئی۔ اب بھی ان کی سیرتوں کا مطالعہ کر کے ہر انسان اپنی سیرت کا چراغ روشن کر سکتا ہے۔

پروف ریڈنگ میں کمزوری رہی ہے۔ (عبدالوکیل علوی)

ماہنامہ ساتھی کراچی | مدیر: سید شمس الدین۔ مقام اشاعت: الیف ۲۰۶ سلیم الیونیو۔ گلشن اقبال۔ ۱۳۔ بی کراچی ۷۵۳۰۰۔ سالانہ چندہ عام ڈاک سے ۳۰/- روپے بذریعہ رجسٹری ۱۰۰/- روپے۔ صفحات: ۱۱۲ ڈائجسٹ سائز۔

مقام مسرت ہے کہ ان دنوں بچوں کے بہت خوب صورت پرچے شائع ہو رہے ہیں انہی میں کراچی کا ماہنامہ ساتھی بھی ہے۔ ہمارے سامنے ماہ جنوری اور فروری ۱۹۹۱ء کے شمارے ہیں اور جملہ خوبیوں میں مکمل ہیں۔ اگر مرتبین نظموں کی تصحیح اور زبان کو کسی قدر اور آسان کرنے کی طرف توجہ دیں تو اس کی خوبیوں میں اضافہ ہو گا۔ (انظر زیدی)

حضرت سید احمد شہید اور ان کی تحریکِ اصلاح و جہاد	مصنّف: پروفیسر خلیق احمد نظامی

ناشر: دارِ عرفات دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی (بھارت)
صفحات: ۴۴ سائز ۳۰×۲۰/۱۶ - قیمت درج نہیں۔

یہ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کا وہ مقالہ ہے جو انہوں نے حمد و مناجات کے موضوع پر منعقد ہونے والے ایک سیمینار میں پڑھا تھا۔ یہ سیمینار نومبر ۱۹۹۰ء میں رابطہ ادب اسلامی کے اہتمام اور محمد نانوتی تعلیمی سوسائٹی رائے بریلی بھارت کے زیرِ انتظام منعقد ہوا تھا۔

حضرت سید احمد شہید اور ان کی برپا کی ہوئی تحریکِ مجاہدین کے بارے میں بہت سی ضخیم کتابیں شائع ہو چکی ہیں، بہ لحاظ قامت ان کے مقابلے میں اس مقالے کو نہیں رکھا جا سکتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس جذبے اور جیسی جامعیت سے یہ مقالہ تحریر کیا گیا اس کا ایک مقام ہے، پروفیسر صاحب نے دریا کو کوزے میں بند تو کیا ہی ہے، لیکن اس کوزے کو علم کے پیاسوں کی پیاس بجھانے کی بہترین صفات عطا کر دی ہیں - اس کا مطالعہ کرتے ہوئے سید احمدؒ شہید اور ان کے رفقاء کی سیرت اور تحریکِ مجاہدین کے بہت سے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ اس موضوع پر ان کا مطالعہ ایسا وسیع ہے کہ ان سے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھنے کی درخواست کرنے کو دل چاہتا ہے۔ نیز یہ درخواست بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے امروہہ کے شاہ محمد امین غازی کی مثنوی کے جس قلمی نسخے کا ذکر کیا ہے کہ ان کے کتب خانے میں محفوظ ہے، اسے ترجمے کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کریں۔ ایسی چیزیں ملت کی امانت ہیں، انہیں عام ہونا چاہیے۔

(نظر زیدی)

نگارشاتِ مودودیؒ

مرتّب : سیّد اسعد گیلانی

- حکمتِ تبلیغ صفحات: ۳۸۴ قیمت: -/۴۵ روپے

مرتّب : اختر حجازی

تفہیمات حصّہ چہارم	۳۹۲	-/۴۸
تفہیمات حصّہ پنجم	۴۸۲	-/۶۶
استفسارات حصّہ اوّل	۴۴۸	-/۴۰
استفسارات حصّہ دوم	۴۰۰	زیرِ طبع

مرتّب : عبدالکریم عابد

مولانا مودودیؒ کے سیاسی افکار	۲۰۶	-/۲۴

سائز: $\frac{18 \times 23}{8}$ ● کاغذ: وائٹ پرنٹنگ

طباعت: عکسی ● ٹائیٹل: دیدہ زیب

اِدارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اردو بازار ○ لاہور

فون : ۳۲۴۴۶۸
۶۸۶۳۶

REGD. NO. L 5340 PHONE : 324468

MONTHLY **TARJUMAN-UL-QURAN** LAHORE

جاری کردہ : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ماہنامہ ترجمان القرآن

روداد اجتماعِ عام

- افتتاحی خطاب
- کلیدی خطاب
- خطاب جلسہ عام
- اختتامی خطاب

قاضی حسین احمد امیر جماعتِ اسلامی

- رپورٹ جماعتِ اسلامی پاکستان، ۸۳ء-۸۹ء
  (قافلۂ حق کی چھ سالہ رودادِ سفر)
- اعلامیہ

اجتماعِ عام نمبر ۸۹ء

دیگر تقاریر

- دروس قرآن وحدیث
- انقلابی کردار : ایمان، جہاد اور دعوت
- انقلابی جماعت : رُحَمَاءُ بَیْنَهُم
- پاکستان میں جماعتِ اسلامی کا کردار
- اسلامی انقلاب میں خواتین کا کردار
- نوجوان — اسلامی انقلاب کا ہراول دستہ
- ہم اس ملک میں کیا معاشی تبدیلیاں لائیں گے؟
- بین الاقوامی مندوبین

مقرّرین

- میاں طفیل محمد
- مولانا جان محمد عباسی
- پروفیسر غفور احمد
- چوہدری رحمت الٰہی
- پروفیسر خورشید احمد
- خرّم مراد
- نعیم صدیقی
- مولانا خلیل احمد حامدی
- مولانا گوہر رحمٰن
- مولانا فتح محمد
- حافظ محمد ادریس
- لیاقت بلوچ
- سید منور حسن
- ایوب ٹھاکر
- ڈاکٹر صیام

- ٹائیٹل، دیدہ زیب
- کتابت، کمپیوٹرائزڈ
- ضخامت، ۲۶۴ صفحات
- قیمت، -/۳۰ روپے
- لائبریری ایڈیشن، -/۴۵ روپے

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ اردو بازار، لاہور
فون: ۶۸۶۳۶-۳۲۴۴۶۸ : پوسٹ بکس نمبر: ۱۴۴۳